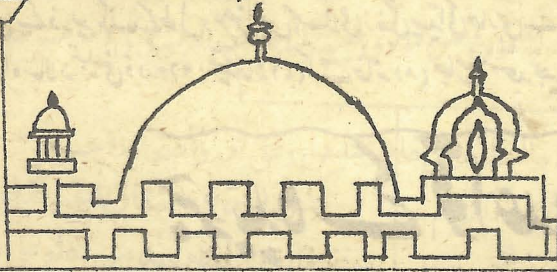
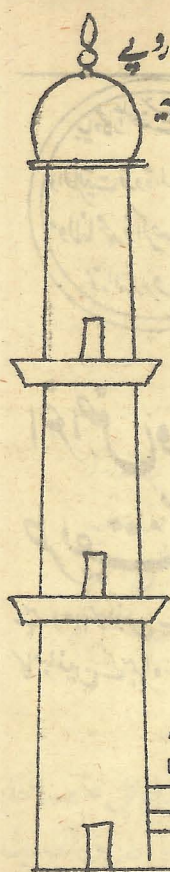


ہرگز بڑی ماہ کی عید کو شمس
جوتابا ہے

مجلس کتبہ حزب الانصار بیروادارہ عالیہ محمدیہ کا ترجمہ

قیمت سالانہ دو روپے
طلبہ و غیرہ روپیہ

شمس الاسلام



مَنْ اَصَارَ إِلَى اللَّهِ

یہ زمانہ مادہ پرستی اور سرمایہ داری کا ہے، دین و دنیا کا کوئی کام بھی بغیر سرمایہ کے چل نہیں سکتا۔ ایسی حالت میں ہرے کہ ہم جن مقاصد عظمیٰ کو لیکر آئے ہیں اور جو پیغام حیات مسلمانوں تک پہنچانا چاہتے ہیں، اس کے لئے کتنے سرمایہ کی ضرورت ہے، جس کے بغیر بڑے بڑے مقدس مقاصد کا پیغام خدا کے بندوں تک پہنچنا ممکن نہیں رہتا۔ مگر آج ہم غریبوں کے پاس اتنا سرمایہ کہاں۔ پھر مستزاد یہ کہ شمس الاسلام کے سر پر نہ کسی سرمایہ دار کا لگتا ہے نہ حکومت کی خواہش اور چاہی ہوئی کی روپائی و سہری مصلحتیں جو اس کے اخراجات کی کفیل ہوں۔ نہ اس میں حق و عشق کی غریباں تصویریں اور داستانیں ہی ہیں، جو رنگین مزاجوں کو اپنی طرف کھینچ لیں اور نہ اس کا کوئی تجارتی پہلو ہی ہوگا کہ وہ کتابوں کی تجارت سے اپنے اخراجات پورے کر لے۔ لے دے کے اُسے ایسے خدا کا بن اسلام ہی کا سہارا ہے جو اپنے سینوں میں تبلیغ اسلام کی تڑپ اور خدمت دین کا درد احساس رکھتے ہوں۔

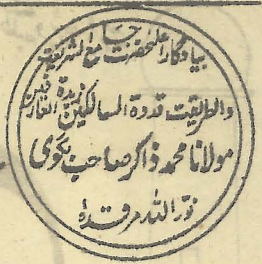
ہم ان مسلمانوں سے پوچھنا چاہتے ہیں، جو تبلیغ دین اور خدمت اسلام کا سچا جذبہ اپنے سینوں میں رکھتے ہیں، جو دنیا میں اپنے لئے نہیں کہ غرور و شہرت کی طاغوتی طاقتوں اور شیطان قوتوں کو پاش پاش کر کے خدا کی حکومت قائم کر دیں اور جو اسلام کی حمایت و حفاظت میں اپنا جان و مال سب کچھ قربان کر دینے کے نوکر ہیں کہ جہاں ہم جہاد کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہاں آپ بھی اپنے فرض سے غافل نہ رہیں ہم دیکھیں گے کہ کتنے مسلمان اللہ کے نام پر شمس الاسلام کی امداد و ترویج کی طرف دست کرم بڑھاتے ہیں۔

شمس الاسلام کے موجودہ سائنڈیاچیم میں کمی یا بیشی کا انحصار تعداد و اشاعت پر ہے۔ اگر معاونین نے ہماری اپیل پر صدمہ لیکر ہمدردی کی و تعداد اللہ جہاد کی حالت زیادہ بہتر ہوتی جائے گی۔ (منیجر)

منجانب

حزب انصار بحیرہ پنجاب

(اللہ کے دین کے مدگاروں کا گروہ)



اغراض و مقاصد { (۱) اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ، تبلیغ و اشاعت اسلام۔ (۲) اصلاح رسوم یا تبلیغ شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

طریقہ کار { (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دارالعلوم عربیہ جامع مسجد بحیرہ، جو اپنے مختلف شعبوں، انصاب، تکمیل، (۳) مہنتین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جارہی ہے (۴) سالانہ عظیم الشان کانفرنس (۵) بیرونی الانصاف کامہنتین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) قیم خانہ (۷) کتب خانہ (۸) جامع مسجد بحیرہ کی حرمت و تعمیر (۹) مسلم نوجوانوں کی تنظیم۔

جریدہ کے قواعد و ضوابط

- (۱) جو صاحب حزب الانصار بحیرہ کو کم از کم پانچ روپے مانانہ عطا فرمائیں گے وہ سرپرست تصور ہونگے، ایسے اصحاب کے نام جریدہ شمس الاسلام میں شائع ہوں گے۔ ایسے حضرات کی سفارش پر ۲۵ امان مساجد، غریب یا طلبہ کے نام جریدہ بلا معاوضہ جاری کیا جائے گا۔ پانچ روپیہ سے کم اور ایک روپیہ سے زیادہ جو صاحب ہوا رقم عطا فرمائیں گے وہ معاہدین میں شمار ہونگے اور انکی سفارش پر ۱۰ امان مساجد، غریب یا مفلس طلباء کے نام رسالہ جاری کیا جائیگا۔ معاہدین کے سماء بھی شکر یہ کے ساتھ دیج کئے جائیں گے۔
- (۲) ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ رکینیت کم از کم چار روپے مانا ہوا یا تین روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- (۳) عام سالانہ چندہ عاقر مقرر ہے۔ نوٹہ کا پرچہ تین آٹے کے ٹکٹ موصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔
- (۴) رسالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد بذریعہ ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ اکثر رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں ان کی طرف سے ہمینہ کے اخیر تک اطلاع موصول ہو وہ بارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

بجملہ خط و کتابت و ترسیل ترابہ نام

میخبر رسالہ شمس الاسلام بحیرہ پنجاب (ہونی چاہیے۔)

سُخ نیل کا نشان

یہاں ان حضرات کے پرچہ پرنٹنگ پریس کا نشان لگایا گیا ہے جسکی میعاد بس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں۔ اگر عذر خواستہ کسی وجہ آئندہ فریاداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں، غلط فہمی سے شمس الاسلام کو نقصان نہ پہنچے۔ (اعلاہ حسین خٹک شمس الاسلام)

معجزہ شق القمر

احادیث کی روشنی میں

کلکتہ کے الحاد پسند اہل قلم مسٹر عبد الزاق صاحب بلخ آبادی نے بڑے لطراف کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ شق القمر کا معجزہ احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں مولانا سید محمد عظیم الاحسان صاحب نقشبندی مجددی مفتی جامع مسجد اخدا کلکتہ نے حسب ذیل مضمون ارقام فرمایا تھا جس میں معجزہ شق القمر پر احادیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ یہ مضمون بھی مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری کی وساطت سے حاصل ہوا ہے۔ (مدیر)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم النبيين وعلى اله واصحابه اجمعين -
حينئذ الجذع وانشقاق القمر اقل كل منهما فلان مستفيضاً يقيد القطع عند من يطالع على طرق الحديث. شاخ خرماء كارونا اور چاند کا پھٹ جانا دونوں خبر مشہور ہے منقول ہیں جس سے علم حدیث جاننے والے کے نزدیک ہر دو کا علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔

بلکہ بعض محدثین محققین و علماء نے حدیث شق القمر کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے۔ محدث زرقانی شراح موطا (امام مالک) شرح مواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۳۵۶ میں فرماتے ہیں:-

”وقال العلامة ابن السبكي في شرحه المختصر لابن الحاجب والصحيح عندى ان انشقاق القمر متواتر منصوص عليه في القرآن مروى في الصحيحين وغيرهما من طرق من حديث شعبة عن سليمان بن مهران عن ابراهيم عن ابى معمر عن ابن مسعود ثم قال وله طرق شتى بحيث لا يمتري في تواتره - (ترجمہ) علامہ سبکی نے مختصر ابن حاجب کی شرح میں فرمایا ہے

معجزه شق القمر حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہایت ہی بلند پایہ معجزہ ہے۔ اور یقیناً یہ معجزہ مشہور و مستفیض صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ علامہ ابو منصور عبد القادر بغدادی المتوفی ۵۲۲ھ اپنی مشہور تصنیف کتاب الغرق صفحہ ۳۱۳ میں فرماتے ہیں:-

وبهذا النوع من الاخبار المستفيض علمنا معجزه نبينا صلى الله عليه واله وسلم في انشقاق القمر وتسليم الحصا في يده وخين الجزع اليه لما فارقته واشباعه الخلق الكثير من الطعام السر ذلك من معجزاته - اور اسی خبر مشہور سے ہم نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات مثلاً چاند کا پھٹنا آپ کے دست مبارک میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا۔ بوقت جدائی شاخ خرماء کا گریہ و بکا کرنا اور تھوڑے کھانے سے بہت سے لوگوں کو سیر کر دینا وغیرہ کو جانا

حافظ حدیث و ماہر رجال علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:-

ذکر کی ہیں وہ حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود اور خدیفہ اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں..... اور ہم کسی اہل علم کو نہیں جانتے کہ ان اکابرین کے خلاف ان کی روایت ہو اور یہ صحابہ کرام لائق اقتداء اور حجت ہیں۔ ان کی جماعت سے وہی الگ ہو سکتا ہے جو جاہل ہے۔ اور ان کے عقیدہ سے وہی علیحدہ ہو سکتا ہے جو ظالم ہے۔“

بلکہ بعض علماء نے وقوع شق قر پر تمام مفسرین و اہل سنت و جماعت کے اتفاق و اجماع کی تصریح کی ہے محدث قاضی عیاضؒ مصنف مشارق الانوار المتوفی ۵۲۲ھ کتاب شفاء (شریف) کی جلد اول کے صفحہ ۲۳۷ میں فرماتے ہیں:-

”فصل فی الشقاق القمر و اجمع المفسرون و اهل السنة علی وقوعہ النہی لمخصاً۔ جملہ مفسرین اور اہل سنت نے شق القمر کے وقوع پر اجماع کیا ہے، نہ شرح الشفاء جلد ۱ ص ۵۸۴

کتب احادیث و سیر قدیمہ و حدیث اس مجموعے کی صحیح حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جن کی تصحیح خود اہل سنت و جماعت نے کی ہے۔ جن میں اکثر ایسی صحیح سندیں ہیں کہ جن کے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ احادیث شق القمر کی روایتوں کو بالاجمال بیان فرما کر لکھتے ہیں:-

و اکثر طرق هذه الاحادیث صحيحة و الاية مصرحة۔ معجزہ شق القمر کے متعلق احادیث کے اکثر طریقے صحیح ہیں۔ اور قرآن مجید کی آیت میں بھی شق قمر کی تصریح ہے۔

شق القمر کی مسند حدیثیں صحیح بخاری شریف میں متعدد صحابہ کرام سے اور متعدد شدول سے تین ابواب میں مذکور ہیں۔ (۱) باب سوال المشركين ان يريهم النبي

کہ ہمارے نزدیک قول صحیح یہ ہے کہ شق قمر کی حدیثیں متواتر ہیں۔ اس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی ہے۔ اس کی روایتیں صحیح بخاری اور مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مختلف طرق سے ہیں جن میں شعبہ کی حدیث ہے۔ جو سند سلیمان عن ابراہیم عن ابی معمر عن ابن مسعودؓ مروی ہے۔ اور اس کے دوسرے طرق بھی ہیں۔ اور وہ طریقے اتنے ہیں کہ اس کے تواتر میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔“ (زرقانی جلد ۵ ص ۱۰۸)

شیخ اسماعیل حقیؒ کی تفسیر روح البیان جلد ۱ صفحہ ۵۲ میں ہے:-

”قال الطيبيؒ اسند ابواسحق الزجاج عشرين حدیثاً الا واحداً فی تفسیره الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فی الشقاق القمر و فی شرح الشریف للموافق هذا متواتر و اجمع کثیر من انصحابہ کا بن مسعود وغیرہ۔ (ترجمہ) امام طیبیؒ نے فرمایا کہ ابواسحق زجاجؒ نے اپنی تفسیر میں انیس حدیثیں سند کے ساتھ شق القمر کے متعلق روایت کی ہیں شرح مواقف میں ہے کہ شق قمر کی حدیث متواتر ہے۔ صحابہؓ کی کثیر جماعت نے مثلاً ابن مسعودؓ وغیرہ نے اس کی روایتیں کی ہیں۔“

(محدث) امام طحاویؒ المتوفی ۳۲۱ھ کتاب مشکل الآثار جلد اول کے صفحہ ۳۰۳ میں اپنی سند سے معجزہ شق القمر کی روایتوں کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

”وكان فيما ذكرنا عن علي وابن مسعود و هذا لقة و ابن عمر و ابن عباس و انس تحقيقهم الشقاق القمر..... لا تعلم روى عن احد من اهل العلم في ذلك غير الذي روى عنهم و هم القدوة و الحجة الذين لا يخرج عنهم الا جاهل ولا يرغب عما كانوا عليه الا جاهل۔ (ترجمہ) چاند کے پھٹنے کی تحقیق میں ہم نے جو

اس حدیث یعنی حدیث الشقاق قمر روایت کردہ شدہ است از جماعت کثیر از صحابہ و ہم جنس روایت کردہ اند جمع کثیر از تابعین و روایت کردہ اند از ایشان جمع غیر و بکذا تا رسید بما و متاخر شدہ است بایت کریمہ

معجزہ شق القمر احادیث صحیحہ سے جس وضاحت سے ثابت ہے وہ تو ہے ہی خود قرآن سے بھی شق القمر کے ہو چکنے کا واضح ثبوت ملتا ہے اور احادیث شق القمر کی توثیق ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

افترت الساعة والشق القمر وان يرد الية يعرضوا ليقولوا سحر مستمر (سورۃ قمر پارہ ۲۷) کیا نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر کافر کوئی معجزہ دیکھیں تو اس سے اعراض کریں۔ اور کہیں کہ یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ ہوتا چلا آیا ہے۔

شق القمر کے متعلق علامہ شبلی مرحوم کے جانشین فخر بہار علامہ جناب سید سلیمان صاحب ندوی بہاری کی تحریر کتاب سیرۃ النبیؐ میں زیر عنوان "شق القمر" جلد ۴ صفحہ ۵۰۶ آیت مذکورہ کے ذیل میں ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں :-

"قرب قیامت کی ایک نشانی یہ بھی تھی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔ یہ نشانی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر پوری اُترتی۔ اور قرآن نے کہا اقربت الساعة والشق القمر وان يرد الية يعرضوا ليقولوا سحر مستمر (سورۃ قمر) بعض عقل پرست مسلمانوں نے قرب قیامت کی مناسبت سے یہ تاویل کی ہے کہ اس آیت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں شق قمر کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ قیامت کے واقعہ کا ذکر ہے۔ لیکن اس حالت میں اول تو بے قرینہ ماضی کو (چاند پھٹ جائے گا) کے معنی میں لینا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ قیامت کا واقعہ ہوتا کہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایتہ فاراھم الشقاق القمر جلد اول صفحہ ۵۱۳-۵۱۴، باب الشقاق القمر صفحہ ۵۱۶-۵۱۷، باب قوله تعالى والشق القمر وان يرد الية يعرضوا جلد ۲ صفحہ ۷۲۱ و ۷۲۲۔

علاوہ ازیں بیچ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۷۳ و ۳۷۴ جامع ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ (۱۷۹) تفسیر سورۃ قمر۔ مسند امام احمدؒ جلد ۱ صفحہ ۳۷۷۔ مسند امام احمدؒ جلد ۳ صفحہ ۱۶۵ وغیرہ۔ مسند ابوداؤد الطیالسی المتوفی ۲۰۴ھ صفحہ ۳۷۷۔ مشکل الآثار امام (ابو جعفر) طحاویؒ حنفی جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ تا ۳۰۳۔ مستدرک امام حاکم جلد ۲ صفحہ ۷۷۱-۷۷۲۔ دلائل النبوة لابو نعیم جلد اول صفحہ ۹۵-۹۶۔ تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۴۵-۹۶۔ تفسیر ابن اندرز تفسیر ابن مردودہ مصنف ابن ابی شیبہ مسند عبد الرزاق زوائد الزهد لعبد اللہ بن امام احمدؒ اور معجم طبرانی وغیرہ میں تصریح تمام معجزہ شق القمر کی حدیثیں متعدد صحیح اسانید سے مذکور ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے حضرت سیدنا علیؑ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ حضرت سیدنا النس بن مالکؓ حضرت سیدنا جابر بن مطعمؓ حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمانؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے واقعہ شق القمر کی رؤیت کی ہیں۔ اور ان سے تابعین کی ایک جماعت نے سنی اسی طرح ہر دور میں رواۃ کی کثیر تعداد شق القمر کی روایت میں شریک رہی۔ اور اسی کثرت کے ساتھ ارباب کتب محدثین تک پہنچی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوة (شریف) جلد اول صفحہ ۲۱۸ میں فرماتے ہیں :-

"ابن عبد البر المتوفی ۴۶۳ھ مصنف استیعاب کتاب التہذیب) کہ اذا کا ہر علما حدیث است گفتمہ است کہ

ہیں تو سندوں میں تساہل اختیار کرتے ہیں۔
اسی طرح اصول حدیث کی مشہور کتاب "فتح المغیث"
صفحہ ۱۲۰ میں محدث مذکور نے امام بیہقی کی کتاب "مدخل"
سے بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح کتاب "فتح المغیث" کے
صفحہ ۱۲۰ میں امام احمدؒ کا قول منقول ہے:-

«ابن اسحق رجل تكتب عنه هذه الاحادیث
یعنی المغازی ونحوها و اذا جاء الحلال والحرام اردنا
قوما هكذا وقصص اصابع يد به الاربع (ترجمہ) محمد ابن
اسحاق اس درجہ کے آدمی ہیں کہ مغازی وغیرہ میں انکی
حدیثیں لکھی جائیں لیکن جب حلال و حرام کا معاملہ پیش
آجائے تو ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے یہ فرما کر انہوں
نے چار انگلیاں بند کر دیا لیں»

بہر حال یہاں صرف اس بات کو ثابت کرنے کی
ضرورت ہے کہ معجزہ شق القمر صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔
اگرچہ چند صحیح حدیثوں کا پیش کر دینا جناب عبد الرزاق
صاحب ملیح آبادی کے انکار کے مقابلہ میں کافی ہے۔ مگر
مزید بصیرت کے لئے مناسب سمجھتا ہوں کہ جتنی حدیثیں
اس معجزہ کے متعلق فقیر کو اب تک مل سکیں سند کے ساتھ
پیش کر دوں۔ وبالله التوفیق۔

پس قمر کہ امر بشنید و شکافت

پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شکافت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ { احادیث شق قمر میں باعتبار
کی روایتیں { زیادہ مستند حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ کی روایت ہے۔ علامہ خفاجی کتاب نسیم الریاض

لے ملاحظہ ہو جناب عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی کے انکاری
الفاظ "شق القمر کا معجزہ صحیح احادیث سے ہرگز ثابت نہیں
ہے۔ اور اگر کوئی ثابت کر دے۔ تو میں اس کا غلام بننے
کے لئے تیار ہوں۔

تو اس کے بعد یہ کیوں ہوتا؟ یہ کافر اگر کوئی ایسی نشانی
بھی دیکھیں تو منہ پھیر لیں۔ اور کہیں کہ یہ تو جادو ہے جو
ہوتا آیا ہے؟ قیامت سامنے آجائے کے بعد اس کے
انکار کے کیا معنی اور اس کو مستمر جادو کہنا کیوں کر صحیح
ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ مستند اور صحیح روایت کی
کیوں کہ تردید کی جاسکتی ہے؟

حالانکہ جن لوگوں نے سیرۃ النبیؐ کا مطالعہ کیا ہے
ان پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوگی کہ علامہ شبلی مرحوم
اور جناب سید سلیمان صاحب معجزات کے معاملہ میں
نہایت تشدد سے کام لیتے ہیں۔ اور انہی اصول کو برتتے
ہیں جن سے اثبات احکام میں لیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو
مقدمہ سیرۃ النبیؐ جلد ۱ صفحہ جلد ۲ صفحہ)
باوجود اس تشدد کے سید صاحب نے احادیث شق قمر
پر صحیح اور مستند ہونے کا اقرار ہی نہایت فرمایا جس کے
معنی یہ ہیں کہ ان کے اصول و معیار پر بھی یہ روایتیں
صحیح و مستند نکلتیں۔ اس فن سے جو لوگ واقف ہیں وہ
جانتے ہیں کہ محدثین اصولی حیثیت سے سیرۃ مغازی
و فضائل کی روایتوں میں تساہل برتتے ہیں۔ حافظ
حدیث زین الدین عراقی سیرت منظوم میں فرماتے
ہیں :-

ولعلہ الطالب ان السیرۃ

تجمع ماصح وما قد نکل

محدث سخاوی "القول البدیع" میں فرماتے ہیں:-
"قال الامام احمد وابن مہدی وابن المبارک

اذا روينا في الحلال والحرام شد دنا واذا روينا في
الفضائل لتساھلنا۔ (ترجمہ) امام احمدؒ اور عبد الرحمنؒ
بن مہدی اور عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا کہ جب ہم حلال
و حرام کے متعلق روایت کرتے ہیں تو سند میں سختی سے
کام لیتے ہیں اور جب فضائل کی حدیثیں روایت کرتے

شرح الشفاء قاضی عیاض "جلد سوم صفحہ ۶ بحث شق القمر میں فرماتے ہیں:-

"قد مرحدث ابن مسعود لانه روايته مستندة في غاية الصحة واعتمدنا الائمة وهي مما اتفق عليه الشيخان واحمد بن حنبل وابن الصلاح وغيره وقال انه مقطوع بصحة - (ترجمہ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت اس لئے مقدم کی گئی ہے کہ وہ باعتبار سند نہایت ہی صحیح حدیث ہے۔ جس پر آئمہ کرام نے اعتماد کیا جس کو بخاری و مسلم و امام احمد اور ابن صلاح وغیرہ نے روایت کی ہے، اور ابن صلاح نے فرمایا کہ اس حدیث کی صحت یقینی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معجزہ شق القمر کے وقوع کے وقت موجود تھے۔ اور اس معجزہ کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:-

«النشق القمر على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم شقتين فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم اشهدوا - حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تو حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم گواہ ہو" اس حدیث کو حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح کے صفحہ ۱۵۳ باب سوال المشرکین ان یرہم الیہ فاواہم انشقاق القمر میں اس سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ حدیثا صدقہ ابن الفضل اخبرنا ابن عیینہ عن ابن ابی نجیم عن مجاہد عن ابی معمر عن عبد اللہ بن مسعود قال انشق الحدیث اس حدیث میں لفظ اشہد و اصاب بتلکات ہے کہ شق القمر کا واقعہ کفار کے طلب کے بعد بطور معجزہ ہوا تھا۔ ورنہ تاکید شہادت کے کیا معنی۔ علامہ سندھی حنبلی حاشیہ صحیح بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ میں فرماتے ہیں:-

(اشہدوا) انما قال لانه معجزة عظيمة محسوسة خارجة عن بعض المعجزات - حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشہدوا اس لئے فرمایا کہ شق قمر بڑا معجزہ ہے اور محسوس ہے عام معجزوں سے اس کی حیثیت جداگانہ ہے۔

بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں کفار کے طلب کی تصریح ہے۔ امام بخاری کے ترجمہ باب کا بھی یہی فشا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایتوں میں اشہدوا مکرر ہے اور بعض میں اللہم اشہدہ ہے۔

وبدار اللہ یا حی انشق لضعفين عند ما ارادت قریش منك اظها راية اہل علم جانتے ہیں کہ بخاری اور مسلم کا کسی حدیث کو مسند روایت کرنا بشرطیکہ اس پر محدثین کی تنقید نہ ہو اس کے خلاف اس درجہ کی کوئی روایت نہ ہو صحت کی ضمانت ہے اور وہ حدیث یقیناً صحیح ہے۔ حافظ ابن الصلاح "مقدمہ" کے صفحہ ۷ میں جو اصول حدیث کی نہایت معتبر اور مشہور کتاب ہے، فرماتے ہیں:-

"وکتبا ہما اصح الکتاب بعد کتاب اللہ العزیز ثم ان کتاب البخاری اصح الکتابین صحیحاً - صحیح بخاری اور صحیح مسلم شریف قرآن مجید کے بعد تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں پھر صحیح بخاری کا درجہ صحیح مسلم پر مقدم ہے۔"

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کے صفحہ ۵ فرماتے ہیں:-

"اتفق العلماء علی ان اصح الکتاب بعد القرآن العزیز الصحیحان البخاری و صحیح مسلم و کتاب البخاری

لہ اس شرط کی حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ الفکر صفحہ ۱۱ میں تصریح کی ہے۔

علم ان سے حاصل ہوتا ہے۔

(۲) انشق القمر ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ

والد وسلہ منی فقال اشهدوا وذهبت فرقة نحو

الجبل۔ ہم مقام منی میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے ساتھ تھے کہ چاند شق ہو گیا۔ حضور نے لوگوں

سے فرمایا گواہ رہو۔ اور ایک ٹکڑہ پہاڑ کی طرف چلا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

بالفاظ مذکورہ امام بخاری نے اپنی صحیح کے صفحہ ۵۴۶

باب انشق القمر میں سند سے روایت کی ہے:-

(۳) اور حدیث مذکور کے ابتدائی الفاظ یعنی انشق

القمر کو حضرت امام بخاری نے دوسری سند سے بھی

روایت کی ہے۔

سُرخ پینسل کا نشان

یہاں سُرخ پینسل کا نشان ان خریدارانِ شمس الاسلام

کی آگاہی کے لئے لگایا گیا ہے۔ جن کے چندہ کی

مبعاد اکتوبر و نومبر ۱۹۴۱ء کے پرچوں کے ساتھ ختم

ہو چکی ہے، ان حضرات سے گزارش ہے کہ اپنا آئندہ

سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد ارسال فرمائیں

اور اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری

منظور نہ ہو تو اس کی اطلاع جلد دفتر شمس الاسلام

بجیرہ میں روانہ کریں۔

خاموشی ہرگز اختیار نہ فرمائیں۔ کہ اس

سے شمس الاسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔

منیجر

رسالہ شمس الاسلام۔ بجیرہ

اصحہما۔ علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد اصح ترین

کتاب صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہے۔ اور صحیح بخاری صحیح مسلم

سے زیادہ صحیح ہے۔

شیخ عبد العزیز الخولی المصری نے "مفتاح السنۃ"

میں ابن حزمؒ کا ہری المتوفی ۵۴۰ھ کا قول اس طرح

نقل کیا ہے:-

"اما ابن حزمؒ فانه قال اولی الکتاب الصحیحات

ابن حزمؒ نے فرمایا کہ تمام کتابوں میں اعلیٰ صحیح بخاری و

صحیح مسلم ہے۔"

کتاب "تقریب" للامام نوویؒ کے صفحہ ۴۱ میں ہے:-

"وذكر الشيخ ابن الصلاح ان ما روي ادا

احد هما فهو مقطوع بصحة والعلم القطعي حاصل

فيه۔ شیخ ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ جس حدیث کی روایت

امام بخاری و مسلم نے یا ان میں سے ایک نے کی اس کی صحت

یقینی ہے۔ اور یقینی علم اس سے حاصل ہوتا ہے۔"

حدث حافظ ابن حجرؒ "شرح نخبۃ الفکر" میں لکھتے ہیں:-

"قد تقرر ان اصح الکتاب کتاب البخاری ثم کتاب

مسلم فدا اتفاق علیہ لا حورم ینکون اعلیٰ من غیرہ۔

ترجمہ بے شک مقرر ہو چکا ہے کہ تمام کتابوں میں زیادہ

صحیح صحیح بخاری ہے۔ پھر صحیح مسلم۔ تو جس حدیث پر دونوں

کا اتفاق ہو وہ یقیناً اور کتابوں کی حدیثوں پر مقدم ہوگا"

حضرت شیخ عبدالحی صاحب محدث دہلوی اپنے

"مقدمہ" میں لکھتے ہیں:-

بالجملہ ما التقت علیہ الشیخان مقدما علی

غیرہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ بخاری و مسلم کا جس حدیث پر

اتفاق ہو وہ غیروں پر مقدم ہوگا

لہذا معجزہ شق القمر کی حدیثوں پر حجب بخاری و

مسلم کا اتفاق ہے اور کسی محدث کی اس پر تنقید نہیں۔

یقیناً وہ حدیثیں صحیح ہیں۔ اور اس معجزہ کے وقوع کا یقینی

فرق باطلہ اور انکارِ حدیث

علامہ ابن قتیبہ کی تصریحات

(۵)

(مترجمہ مولانا محمد ادریس صاحب پروفیسر دنیا ت ایم۔ آ۔ او کالج امرتسر)

ضعیف حدیثوں کو کیوں جمع کیا گیا

لوگ محدثین پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے ضعیف اور غریب حدیثوں کو جمع کر کے ملت کے مفاد کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ انہوں نے ضعیف اور غریب حدیثوں کو اس لئے جمع نہیں کیا ہے کہ وہ ان کے نزدیک صحیح اور قابلِ اطاعت تھیں۔ بلکہ صرف اس لئے انہیں لکھتے رہے ہیں۔ کہ آگے چل کر لوگ برے اور بھلے، صحیح اور غلط میں تمیز کر سکیں۔ اور ایسا نہ ہو کہ امتدادِ زمانہ کی وجہ سے وہ غلط حدیثوں کو صحیح سمجھ کر ان پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ دیکھو۔ انہوں نے کس بے باکی سے بعض (موضوع مگر) مرفوع حدیثوں کے متعلق اپنی رائے دی ہے ایک حدیث ہے :-

”شرب الماء علی الترتیب یعقد الشکم“ خالی پیٹ

پانی پینے سے جربہ جاتی ہے

اس کے متعلق لکھا ہے کہ عاصم کو زی نے اسے وضع کیا ہے۔ اسی طرح لکھا ہے کہ عاصم نے یہ حدیث بھی وضع کی ہے۔ کہ ”ابن عباس دوات میں تھوک ڈال کر اس سے لکھا کرتے تھے“ لکھا ہے کہ حسن (بصری) کی یہ روایت، کہ ”آں حضرت نے بیمار کی طلاق جائز نہیں رکھی ہے۔“ دراصل سہل سراج کی بنائی ہوئی ہے۔ لکھا ہے کہ سہل کہا کرتا تھا

جماعتِ محدثین نے ہمیشہ حق کی تلاش قرآن

اور حدیث سے کی ہے۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سنن کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا ہے۔

احادیث کی تلاش میں نہ تو بے آب و گیاہ رنگستان ان کی راہ میں حائل ہو سکے ہیں۔ اور نہ ہی میلیں سمندر کی موجوں نے ان کے عزائم کو پست کیا ہے۔ بعض اوقات ایک طالب علم نے صرف کسی ایک حدیث کو صنفی کے لئے خشک اور بے آب و گیاہ صحراؤں کو ذوق و شوق کے ساتھ طے کیا ہے۔ اور اس حدیث کو اصل راوی سے سن کر اپنی محنت اور مشقت کا اجر پایا ہے۔

محدثین نے صرف روایت ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے ان تھک محنت کر کے صحیح و ضعیف اور

ناصح و منسوخ حدیثوں کو الگ الگ کر دکھایا ہے۔ اور

ہمارے لئے انہوں نے ایک ایک حدیث کی روایتی حیثیت اس کا مفہوم، محل استعمال، سب کچھ متعین کر دیا ہے۔

اور ان کی انہی محنتوں کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ آج مسلمان زید و عمرو کے خیالی ڈھکوسلوں کی پیروی کے محتاج نہیں رہے

بلکہ وہ وحی کی تفسیر کرنے والے پیارے ارشادات کو اپنے سامنے رکھ کر حق و صداقت کے ٹھلے ہوئے رستے پر بے خوف

و خطر جا رہے ہیں۔

نیز:-

”الناس الكفاؤ الا حاكاً او حجاماً“ جلا ہے اور حجام کے سوا سب لوگ ہم کفو ہیں۔

اسی طرح ابن المبارک نے کہا ہے۔ کہ ابی بن کعب کی طرف فضائل سور قرآن سے متعلق جتنی حدیثیں منسوب ہیں۔ وہ میرے نزدیک زندلیقوں کی بنائی ہوئی ہیں۔

محدثین حدیث کی اصلیت معلوم کرنے کے لئے کتنی محنت کرتے تھے۔ اس کا کچھ اندازہ ذیل کی روایت سے ہو سکتا ہے۔ مؤمل بن اسمعیل بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک صاحب نے مجھے حضرت ابی بن کعب والی حدیث فضائل قرآن کے متعلق سنائی۔ اور کہا۔ کہ میں نے مدائن کے ایک آدمی سے سنی ہے۔ میں نے مدائن جا کر اس شخص سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ مجھے واسطہ کے ایک شیخ نے یہ حدیث سنائی ہے۔ میں نے واسطہ جا کر اس سے پوچھا۔ تو اس نے عبادان کے ایک فاضل کا حوالہ دیا۔ میں عبادان جا کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے مجھے ایک خانقاہ میں لے جا کر ایک شیخ کے سامنے پیش کیا۔ میں نے ان سے راوی کا پتہ پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ یہ حدیث میں نے لوگوں کو تلاوت قرآن کی رغبت دینے کے واسطے خود وضع کی ہے۔ (انقان باب فضائل القرآن)

محدثین کی بے نفسی

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ ایک محدث نے شاگردوں کو حدیث سنائی۔ اور پھر خود اسے بھول گئے۔ جب معلوم ہوا کہ فلاں حدیث مجھ سے روایت کی جا رہی ہے۔ تو انہوں نے بلا تامل اس حدیث کو اپنے شاگرد سے دوبارہ یاد کر کے اسی کی سند سے روایت کرنی شروع کی ہے۔

مثلاً سعید ابن عبد الرحمن نے سہیل ابن ابی صالح سے اور سہیل نے اپنے باپ کی وساطت سے حضرت ابو ہریرہ

کہ حسن (بصری) قبروں کے بیچ میں نماز پڑھتے تھے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ خود حسنؒ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے قبروں کے بیچ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے لکھا ہے کہ حضرت انسؓ سے جو یہ روایت کی گئی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ ”آدمی جب تک جوتے پہنے رکھے۔ وہ سوار ہوتا ہے“ یہ ایوب بن خوط کی بنائی ہوئی ہے۔ عمرو بن حریت نے جو روایت کی ہے۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ عید کے دن آنحضرتؐ کے سامنے ایک شخص حربہ ہلا ہلا کر رستہ بناتا تھا۔ غلط ہے اور منذر بن زیاد کی من گھڑت ہے۔ اسی طرح ابن ابی اوغی سے جو روایت کی گئی ہے۔ کہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نمازیں داڑھی کا خلال کرتے تھے۔ اسی منذر بن زیاد کی خود ساختہ حدیث ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مشہور مکر موضوع حدیثیں

بعض ایسی حدیثیں جو لوگوں میں مشہور ہو چکی ہیں۔ ان کے متعلق بھی محدثین نے بے دھڑک لکھ دیا ہے۔ کہ اتنی کوئی اصل نہیں ہے۔ مثلاً:-

”سعادة المروءة عارضة“ ہلکے رخسار سعادت مندی کی نشانی ہے۔

نیز:-

”سموھہ باحب الاسماء الیھم وکنوھم باحب الکفی الیھم“ لوگوں کو پسندیدہ ناموں اور پسندیدہ کیتوں سے بلایا کرو۔

نیز:-

خیر تجارکم الذین۔ بزازمی سب اچھی تجارت ہے۔ وخیر اعمالکم الخیر۔ اور جو تانے کاٹھنا سب اچھا کام ہے۔

نیز:-

”لو صدق السائل ما فلاح من ردہ“ اگر سائل سچا ہو تو اس کا لوٹنے والا چھوٹ نہیں سکتا۔

ہاں جو شخص جس فن کا امام اور رئیس سمجھا جائے۔ اس کو چاہئے۔ کہ اپنے فن کا ماہر ہو۔ اور جو بات کہے ذمہ داری کے ساتھ کہے۔ بلکہ میں تو کسی ایسے عالم کو بھی نہیں جانتا جس نے اپنے خاص فن میں کسی کوئی غلطی نہ کی ہو۔

اصمعی، ابوزید، ابو عبیدہ۔

سیبویہ، اخفش، کسائی،

غلطی ہائے مضامین

مست پوچھ فراء، ابو عمرو شیبانی وغیرہ تمام قراء اور مفسرین سے اپنے خاص خاص فنوں میں غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ اور بھول چوک انسان کا خاصہ ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے عربی کے اہل زبان شعراء کی غلطی اور معنوی غلطیاں بھی نکالی ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ اپنے فن میں سند اور پیشوا تھے۔ اسی طرح محدثین سے بھی غلطیاں ہوئی ہیں۔

حشویہ مزید برائیں میں نے اپنی کتابوں میں ان محدثین پر ہمیشہ ملامت کی ہے۔ جو ایک روایت کو

دس دس اور بیس بیس طریقوں سے روایت کر کے عمر عزیز کو ضائع کرتے رہے ہیں۔ ان کو چاہئے تھا۔ کہ اس کی صحیح سند یاد کر لیتے۔ اور باقی وقت میں اس کے معانی و مطالب پر غور کرتے۔ تاکہ اپنی ضخیم کتابوں کے بدلے اتنے دالی نسلوں کے لئے ایک مفید اور کار آمد ذخیرہ چھوڑ جاتے۔ اور ایسے لوگوں کو دوسرے محدثین نے بھی حشویہ۔ نابتہ۔ مجرأ۔ غشأ۔ اور غشرو غیرہ خطابات دئے ہیں۔ بہر حال کسی فن کے چند غیر ذمہ دار افراد کی مثالیں پیش کر کے اس فن کے مستند اور فاضل آئمہ پر عیب لگانا سراسر ظلم اور صریح بے انصافی ہے۔

مخالفین سے روایت

اور یہ جو کہتے ہیں کہ محدثین اپنے بعض مخالفین قتاہ، ابن ابی نجیع، ابن ابی ذئب وغیرہ سے روایت

سے روایت کی ہے۔ کہ اس حضرت نے گواہوں کی گواہی کے باوجود مدعا علیہ کو قسم دے کر فیصلہ کیا ہے۔ رمیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے سہیل سے اس حدیث کا ذکر کیا۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ بھول گئے ہیں۔ چنانچہ اس دن سے وہ اس حدیث کو مجھ سے یوں روایت کرنے لگے۔ (اخرویہ بیعتہ عتی، عن ابی، عن ابی ہریرۃ الخ)

اسی طرح ابن علیہ نے ابن عیینہ سے عمرو بن دینار کی وساطت سے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ ان کے نزدیک جبری طلاق کو کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ پھر ابن عیینہ اس روایت کو بھول گئے۔ اور جب ابن علیہ سے دوبارہ سنی۔ تو اپنے شاگرد کا شاگرد بن کر ان سے روایت کرنے لگے۔

فہم حدیث کا اعتراض

اور یہ جو اعتراض کرتے ہیں کہ رواۃ حدیث اپنی حدیثوں کو بہت کم سمجھتے ہیں۔ اور اکثر ان کے مطالب میں غلطیاں کرتے ہیں۔ تو بات یہ ہے۔ کہ علم و فضل میں کسی ایک فن کے سب لوگ باہم برابر نہیں ہوا کرتے۔ ہر گروہ میں حشو و زوائد ہوا کرتا ہے۔ محدثین پر نکتہ چینی کرنے والے اگر ان کے دوچار معمولی درجے کے آدمیوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ تو زہری، حماد بن سلمہ، مالک بن انس، ابن عون، ایوب، یونس بن عبید، سلیمان تیمی، سفیان ثوری، یحییٰ بن سعید، بن جریر، اوزاعی، شعبہ، عبد اللہ بن مبارک، وغیرہ کاملین فن کا نام کیوں نہیں لیتے۔ اور ان کے علم و فضل پر ان کو داد کیوں نہیں دیتے؟

علامہ بریں جو شخص ایک فن کا عالم ہو۔ وہ اگر کسی دوسرے فن میں غلطی کرے۔ تو اس پر گرفت نہیں کرنی چاہئے۔ ایک محدث، اعراب میں اور ایک فقیہ فن شعر میں غلطی کر سکتا ہے۔ اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے

قطعاً توجہ نہیں کرتے۔ (پس گویا مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے اس متفقہ اصول کے مطابق محدثین ہی کی جماعت حق و صداقت پر قائم رہنے والی اور رشد و ہدایت کے نور سے روشنی حاصل کرنے والی جماعت ہے)

تناقض روایات اب اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ محدثین اپنی کتابوں میں غلط اور تناقض روایتوں کو بیان کر کے اپنے اُچلے دامن کو داغ دار بناتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹی روایتیں انہوں نے صرف اس لئے روایت کی ہیں کہ ان روایتوں کا جھوٹا ہونا لوگوں پر واضح کر دیں۔ وہ گئی وہ روایتیں جن کو لوگ تناقض سمجھتے ہیں۔ تو وہ دراصل تناقض نہیں ہیں۔ یہ صرف لوگوں کی سمجھ کا پھیر ہے۔ اور اسی لئے ہم چاہتے ہیں کہ بظاہر متعارض نظر آنے والے نصوص پر مکمل بحث کر دیں۔ تاکہ لوگوں کی نظروں کے سامنے سے پردہ اُٹھ جائے۔ اور ان کو معلوم ہو جائے کہ ان روایتوں کا اصل معنی کیا ہے۔ ویا اللہ الثقة وهو المستعان۔

تطبيق نصوص شرعية

(۱) مخالفین کہتے ہیں کہ تم روایت عہد الست کی بحث کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پشت چھوئی۔ اور اس سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کو سُرخ چوٹیوں کی شکل میں پیدا کیا۔ پھر ان سے کہا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں۔ تو ہمارا رب ہے؟ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بالکل خلاف ہے۔۔

واذاخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذرتهم واشهدهم علی الفسهم الست بربکم قالوا بلی اور جس وقت تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی۔ اور ان سے ان کی جان پر اقرار کر دیا۔ کیا میں

کر لیتے ہیں۔ اور بعض دوسرے مخالفین — عمرو بن عبیدہ عمرو بن فائد، معبد جہنی وغیرہ سے روایت نہیں کرتے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سابق الذکر حضرات اپنی بات میں سچے اور روایت میں محتاط ہیں۔ اس لئے ان سے بجز ان کے اپنے مخصوص مذہبی خیالات کی تائید کرنے والی روایتوں کے ہر قسم کی روایت جائز سمجھی گئی ہے۔ اور اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک عادل ثقہ آدمی کی گواہی شرعاً مقبول ہے۔ مگر اس کی گواہی اپنے لئے یا اپنے باپ یا بیٹے کے لئے یا جس کام سے اس کو فائدہ پہنچے یا نقصان پہنچ جائے، مقبول نہیں۔ اسی طرح ہم ان سے وہ روایتیں نہیں لیتے۔ جن سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اس لئے نہیں کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولیں گے۔ بلکہ اس لئے کہ نفس انسانی بعض اوقات اس کی سچائی اور راست گوئی نامعلوم طور پر عادی ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہ ادائے مطلب میں کمی بیشی کرنے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حق و صداقت کا معیار

اگر کہا جائے کہ جس طرح محدثین اپنے آپ کو حق و صداقت پر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہر گروہ اور ہر جماعت اپنے آپ کو سچائی اور راستی پر سمجھتا ہے۔ پھر ان کو یہ کیونکہ معلوم ہو گیا کہ حق و صداقت بس انہی کی جماعت میں منحصر ہے۔ اور دوسرے لوگ گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ گو لوگوں کے مختلف گروہ بن چکے ہیں۔ اور ہر گروہ اپنے کو حق کا قبیع سمجھتا ہے۔ لیکن اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص اللہ کی کتاب اور اس حضرتؐ کی سنت کا پابند ہو۔ اس نے رشد و ہدایت کی روشنی کو پایا۔ اور ظاہر ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر قائم رہنے والی جماعت محدثین ہی کی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے استخسان، قیاس، فلسفہ اور مسائل کلام کی طرف

ایک دفعہ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے دکن راجہ کو ایک ہزار درہم دئے۔ اس نے ان درہم سے چند اونٹ خریدے جن کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈال دی۔ پس وہ کین ہمیشہ کہا کرتا تھا۔ کہ یہ سارے اونٹ مجھے حضرت عمرؓ بن عبد العزیز نے دئے ہیں۔ یعنی وہ بخشے ہوئے روپے سے خریدے ہوئے اونٹوں کی نسل کو بھی حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کی طرف بلا شامل منسوب کیا کرتا تھا۔

حضرت عباسؓ نے آں حضرت کی طرح تیسری مثال میں فرمایا ہے۔

من قبلها طبت في الظلال وفي
مستورع حيث ينصف الورق
(ترجمہ) اس سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں اور اس امانت گاہ میں رہے۔ جہاں پتے سے جاتے تھے۔
یعنی جب حضرت آدمؑ و حواؑ جنت میں تھے۔ اور وہاں لغزش کے بعد یہ دونوں اپنی برہنگی کو چھپانے کے لئے پتے سی سی کر جسم سے چپکاتے تھے۔ تو آپ ان کے صلب میں تھے۔ آگے فرماتے ہیں۔

ثم هبطت البلاد لا بشر
انت ولا مضغه ولا خلق
(ترجمہ) پھر آپ دنیا میں اتر آئے۔ جبکہ آپ نہ بشر تھے۔ نہ گوشت کا ٹکڑا اور نہ جما ہوا خون۔

یعنی پھر آپ حضرت آدمؑ کے ساتھ ان کے صلب میں زمین پر اتر آئے۔ آگے فرماتے ہیں۔

بل لطفة تركب السفين وقد
الجم لنسوا واهله الغرق
(ترجمہ) جب لشردیت، اور اس کے پجاری ڈوب گئے۔ تو آپ (حضرت نوحؑ کی) کشتی میں کشتی پر سوار ہوئے۔ آگے فرماتے ہیں۔

تنقل من صلب الى رحيم

تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا۔ ہاں۔ آپ ہمارے رب ہیں۔

کیونکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اولاد آدمؑ حضرت آدمؑ کی کشت سے پیدا کی گئی تھی۔ اور قرآن کریم کا بیان ہے کہ آدمؑ کی کشت سے نہیں۔ بلکہ اولاد آدمؑ کی کشت سے پیدا کی گئی تھی۔ اور یہ صریح تعارض ہے۔

اس مسئلے میں قرآن و حدیث کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دونوں کا مطلب بالکل ایک ہے۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ قرآن کا بیان بعض اوقات مجمل اور مختصر ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل اور توضیح حدیث سے ہو جاتی ہے یہاں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی کشت کو چھو کر اس سے ان کے بیٹے، پوتے اور پڑپوتے وغیرہ پیدا کئے۔ اور سب سے عہد لیا۔ تو گویا اس نے تمام بنی آدمؑ کی کشتوں سے ان کی اولاد کو پیدا کر کے ان سے عہد لے لیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَؑ وَاسْجُدُوا وَاسْجُدُوا
فرشتوں سے کہا۔ کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فرشتوں کو سجدے کا حکم تب دیا گیا تھا۔ جب پہلے ہم سب کو پیدا اور متشکل کیا گیا۔ حالانکہ اس وقت تک صرف حضرت آدمؑ پیدا ہوئے تھے۔ مگر چونکہ ان کے صلب میں ہم سب بھی موجود تھے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ جب تم سب پیدا کئے گئے۔ تو ہم نے فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سامنے جھکنے کا حکم دیا۔

یہ بالکل ایسی بات ہے۔ جیسے ایک دوسری مثال شخص کسی کو بکریوں کا جوڑا دے کر کہے۔ کہ میں نے تمہیں بہت ساری بکریاں دے دی ہیں۔ اور مراد یہ ہو۔ کہ اس جوڑے کی نسل سے بہت سارے بچے پیدا ہو کر پھیل جائیں گے۔

کیونکہ قلیل کا حکم بسا اوقات کثیر کے حکم سے مختلف ہوتا ہے۔

قلیل و کثیر کے حکم میں فرق دیکھو۔ ایک نمازی صف میں شامل ہونے

کے لئے بحالت رکوع دو تین قدم چل سکتا ہے۔ لیکن کیا اس کے لئے ایسی حالت میں سود و سوگز کی مسافت طے

کرنا بھی جائز ہے؟ ایک نمازی اپنی چادر کندھے پر ڈال سکتا ہے۔ مگر کیا وہ نماز میں اپنے کپڑے بھی لپیٹ

سکتا ہے؟ اگر کوئی شخص نماز میں تلبسم کرے۔ تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ مگر کیا تہقبہ لگانے کا بھی یہی حکم ہے؟

اگر نہیں تو جس طرح یہاں قلیل و کثیر کے حکم میں فرق ہے اسی طرح وہاں بھی سمجھ لینا چاہئے۔

(باقی آئندہ)

ماہیہ و چار بار اخباریہ
از چار اصول دین خبردار

درجہ تواس چار عنصر باہم
ماہیت باعبدال بیسار

اذا منی عالم بد۱ طبق

(ترجمہ) آپ پشت سے رحم میں منتقل ہوئے۔ جب ایک عالم گذرتا۔ تو دوسرا عالم نمودار ہو جاتا۔

یہاں حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ کو طیب، بابطا، راکب وغیرہ سے اس مناسبت سے متصف کیا ہے۔ کہ آپ اس وقت ان بزرگوں کی پشت میں تھے جن کے ساتھ یہ واقعات پیش آرہے تھے۔ پس اسی طرح قرآن مجید نے حضرت آدمؑ سے پیش آنے والے معاملہ کو ان کی اولاد کی طرف مجازاً منسوب کیا ہے۔ جو محاورہ عرب کے عین مطابق ہے۔

ایک جوتے میں چلنا

کہتے ہیں۔ کہ تم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ”جب کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے۔ تو اس کو ایک جوتے میں چلنا نہیں چاہئے“ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ ”کبھی کبھی آں حضرتؐ کی چلی کا تسمہ ٹوٹ جائے۔ تو آپ ایک چلی میں چلتے، حتیٰ کہ دوسری کو درست کر لیتے“ ان دونوں روایتوں میں صریح تعارض ہے۔ ایک روایت تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک جوتے میں چلنا جائز نہیں۔ اور دوسری روایت سے ظاہر ہے۔ کہ آں حضرتؐ کبھی کبھی ایک چلی پاؤں میں ڈال کر بھی چلتے تھے۔

جواب ان دونوں میں مجد اللہ کوئی تعارض نہیں ہے۔ عربوں کی عادت تھی۔ کہ کسی کی چلی کا تسمہ ٹوٹ جاتا تو اسے پھینک دیتا۔ یا ہاتھ میں پکڑ لیتا اور صرف ایک چلی میں چلتا پھرتا۔ یہ عادت چونکہ قبیح اور نامناسب تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ ہاں اگر کسی کی چلی کا تسمہ ٹوٹ جائے۔ اور وہ اسے درست کرنے کے لئے دو چار یا پانچ دس قدم ایک چلی میں چلا جائے۔ تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔

ردِ رفض

قرآن مجید اور شیعہ

(۱۵)

(از مولانا حکیم پیر عبدالحق صاحب نزہل امرتسر)

قرآن موجود کو بلحاظ ترتیب و مادہ و الفاظ و اعراب محرف جاننا اور اس کو واجب العمل بتانا کسی عقلمند اور باہوش انسان کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر اس تعلیم کو آئمہ کی طرف منسوب کرنا "عذر گناہ بدتر از گناہ" کا مصداق ہے۔ آئمہ تو خود موجودہ قرآن پر عامل رہے اور لوگوں کو اسی پر عامل رہنے اور اسی کی تلاوت کرنے کا حکم دیتے رہے۔ کیا وہ اس کو محرف سمجھ کر ایسا حکم دیتے تھے؟

شیخ الطائفہ طوسی کی اس دلیل کا کہ "موجودہ قرآن کو محرف مان کر حدیث ثقلین شیعوں کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا مفاد یہ ہے کہ قرآن ہر زمانہ میں موجود ہو لہذا شیعوں کو عدم تحریف کا قائل ہونا لازم ہے۔" جواب علامہ محسن کاشانی نے تفسیر کے صفحہ ۱۵ پر بایں الفاظ دیا ہے:-

"میں کہتا ہوں کہ قرآن ہر زمانے میں موجود ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جمع قرآن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا موجود اور اس کے اہل کے پاس محفوظ ہو۔ اور بقدر حاجت ہمارے پاس بھی ہو۔ اگرچہ باقی حصہ پر ہم قادر نہ ہوں جیسا کہ امام کا حال ہے۔ کیونکہ ہر دو ثقل اس امر میں برابر ہیں۔ شاید شیخ کے کلام سے یہی مراد ہے۔ رہا شیخ کا قول اور وہ جس کے قول کی اتباع لازمی ہے۔ سو اس سے مراد وہ مجتہد ہے جو آئمہ کے کلام سے واقف ہو کیونکہ امام کی غیبت کے زمانہ میں وہ اس کا قائم مقام ہے۔ اس لئے

کہ آں حضرت علیہ السلام کا قول ہے کہ تم میں جو ہماری حدیث روایت کرے۔ اور ہمارے حلال و حرام میں غور کرے۔ اور ہمارے احکام بتائے اس کو اپنے درمیان حاکم بناؤ۔"

قرآن کی ایسی موجودگی سے جو تقریباً بے فائدہ نتیجہ ہو حدیث ثقلین صادق نہیں رہ سکتی۔ شیعہ صاحبان غور کریں۔ قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو استفادہ کے لئے نہ صرف یہ کہ قرآن غار میں رہے گا۔ اور تم اقوال آئمہ حاصل کر کے عمل کرنا جن میں ہزاروں اشتباہات مثلاً (۱) تفسیر کا (۲) راویوں کے کاذب ہونے کا (۳)

حدیث کے موضوع ہونے کا (۴) معنی میں راوی کو التباس ہونے وغیرہ کا سبب اشتباہات قائم ہیں۔ کس طرح اقوال آئمہ واجب العمل ہو سکتے ہیں۔ ادھر تو قرآن کے جامعین کو اور اس پر لاکھوں کی تعداد کے تواتر کو وہ محرف کہہ دیتے ہیں۔ ادھر زرارہ وغیرہ کی خانہ زاد روایتوں کے ماننے کے لئے غم ٹھوکتے نظر آتے ہیں۔ عمل بالتفاد کی عجیب مثال ہے۔ قرآن کو لاکھوں انسان پیش کرتے ہیں۔ ان کو شیعہ مجتہد سر ہلا دیتا ہے۔ تم سب بے ایمان فاسق ہو اور ادھر سے ایک ذرا راہ یا مختارے جہاں سر نکالا، بے سوچے سمجھے کہتے ہیں موجودہ قرآن سے یہ روایت افضل ہے۔

اس تضاد کو دیکھ کر تعجب نہ کیجئے بلکہ فکر کر سناظرین بقدر ہمت اوست۔ ہم اس کے بعد ان نادان دوستوں کا وہ سلوک چار محققوں سے ذکر کرنا مناسب

تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑیں۔ اگر ان سے تمسک کر کے تو گمراہ نہ ہو گے۔ جن میں سے ایک امر کتاب اللہ ہے۔ پس اگر کتاب اللہ کو محرف مانا جائے۔ تو موجودہ قرآن معدوم سمجھو قرآن موبوم یا شیعہ کا مزعوم قرآن عالم وجود میں نہ ہوا۔ تو حدیث لغو ٹھہرتی ہے۔ آخر کس چیز سے تمسک کا حکم ہے۔ جو کہ موجود ہی نہیں۔ پس قرآن موجودہ کو ہی غیر محرف تسلیم کر کے قابل تمسک تسلیم کرنا پڑا تا کہ ہر زمانہ میں قرآن سے تمسک ہو سکے۔ دراصل شیخ الطائفہ نے تو مذہب شیعہ کی مدد کی تھی۔ اور ان کو سیدھی لائن پر لگانا چاہا تھا۔ مگر دور ثالث کے شیعوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ شیخ الطائفہ کی بھی تواضع کر دی۔ جو علم الہدیٰ کی کی تھی۔ چنانچہ علامہ عمن کاشی تفسیر صافی صفحہ ۱۵ میں فرماتے ہیں:-

میں کہتا ہوں کہ قرآن کے ہر زمانے میں موجود ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جمیع قرآن جلیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا موجود اور اس کے اہل کے پاس موجود ہو۔ اور بقدر حاجت ہمارے پاس ہو۔ اگرچہ ہم باقی پر قادر نہ ہوں جیسا کہ امام کا حال ہے۔ کیونکہ ہر دو ثقل اس امر میں برابر ہیں۔ شاید شیخ الطائفہ کے کلام سے یہی مراد ہے انتہی۔

ماشاء اللہ اور لیجئے سید نعمت اللہ البحر اڑی نے تو کتاب الانوار میں کمال ہی کر دیا۔ فرماتے ہیں:-

حضرت علیؓ کا ہر وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا بہت سے اسباب میں سے ایک سبب ہے اس بات کا کہ حضرت علیؓ نے جو قرآن لکھا تھا وہ ان قرآنوں میں سے جو وحی کے کاموں نے لکھے زیادہ تھا کیونکہ حضرت جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر خلوتوں میں آیا کرتے تھے۔ اور علیؓ کے سوا اور کوئی ان میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوا کرتا تھا۔ اسی واسطے حضرت علیؓ کا قول ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ساتھ پھرتے

سمجھتے ہیں جو انہوں نے ان کی اس تحقیق سے کیا کہ قرآن غیر محرف کا لفظ انہوں نے اپنی زبان سے نکالا۔ یعنی اس تحقیق کی ناک پھیر کر تاویل اور پھر بار کا ارتکاب کر کے شیعہ مذہب کی بیخ کنی کی ہے۔

چنانچہ تفسیر صافی صفحہ ۱۴ میں علامہ عمن کاشی نے علم الہدیٰ کے جواب میں یوں لکھا ہے۔ (چونکہ علم الہدیٰ نے عدم تحریف قرآن پر یہ دلیل پیش کی تھی کہ قرن صحابہ میں قرآن کریم کی حفاظت اور ضبط میں بے نظیر توجہ مبذول ہوئی۔ لہذا یہ محض نہ ہو سکتا تھا) صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں:- میں کہتا ہوں کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جلیسے مؤمنین کی طرف سے قرآن کی نقل و حفاظت کے اسباب زیادہ تھے ویسے ان منافقین کی طرف سے قرآن کی نقل و حفاظت کے اسباب زیادہ تھے۔ جنہوں نے رسول اللہ کی وصیت کو تبدیل کر دیا اور خلافت کو بدل ڈالا کیونکہ قرآن میں ان کی رائے اور خواہش کے مخالف باتیں تھیں اور تغیر اس میں اگر ہوا تو مشہور دل میں شائع ہونے اور حالت موجودہ پر قرار پذیر ہونے سے پہلے ہوا اور ضبط شدید اس کے بعد ہوا۔ لہذا قرآن کے ضبط اور اس کے متغیر ہونے میں کچھ بھی منافات نہیں۔ بلکہ کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن فی نفسہ تو متغیر نہیں۔ تغیر تو صرف اس کے لکھنے اور تلفظ کرنے میں ہوا۔ کیونکہ انہوں نے تحریف نہیں کی۔ مگر اصل سے نقل کرتے وقت اور اصل بحالت خود اس کے اہل یعنی جاننے والوں کے پاس رہا۔ پس قرآن جو قرآن جاننے والوں کے پاس ہے محرف نہیں۔ اور محرف تو وہ ہے جو منافقوں نے اپنے تابعین کو دکھایا۔ انتہی

یہ تحریف تو علم الہدیٰ کے رسید کیا۔ اس کے بعد لگتے ہاتھ شیخ الطائفہ طوسی کی خبر لی ہے۔ اور اس کی دلیل عدم تحریف قرآن پر چونکہ یہ تھی کہ اگر تحریف قرآن کے قابل ہو جاوے تو حدیث مشہور کہ حضور صلعم نے فرمایا میں نے

جیسا آپ پھرتے۔ انتہی

نعمت اللہ الجزائری کی تقریر مذکور پر ایک سلیم الطبع انسان خواہ وہ اہل سنت نہ بھی ہو یہ خیال کرے گا۔ کہ اس طرح تو رسول معصوم پر بہت بڑا دھبہ آتا ہے کہ یا تو وہ قرآن کی تبلیغ میں سے کچھ خیانت کرتے تھے۔ جو مخفی حصہ دوسروں کو نہ لکھواتے تھے۔ یا دوسروں سے ڈرتے تھے۔ اس وجہ سے قرآن کے اس حصے کو ظاہر نہ کیا جس کو حضرت علیؑ نے لکھا اور دوسروں کو اس کا پتہ نہ لگا۔ اور دونوں باتیں رسول کی شان سے بعید ہیں۔ جیسا کہ فرمایا وما کان الرسول ان یغل۔ یعنی رسول کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ خیانت کرے۔ اور اس پر آگے چل کر بڑی وعید فرمائی ہے۔ اور شیعوں کو چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مطلق محبت نہیں ہے۔ اس لئے وہ شاید اس وعید کا مصداق حضور صلعم کو بھیر لیں۔ ورنہ اہل سنت والجماعت تو اس کا تصور بھی جرم عظیم خیال کرتے ہیں۔

ناظرین باتمکین امر مذکور صرف شیعوں کے کلام سے لازم ہی نہیں آتا بلکہ وہ تو بے باک دہل اعلان کرتے ہیں کہ احکام میں خیانت ہوتی ہے ابوبکر و عمر و اچہ رسد۔ خود سرور کائنات نے جب قرآن پورا ظاہر نہ کیا اور پھر آگے ان لوگوں نے تحریف کر دی تو کیا ہوا۔ غور فرمائیے۔ اور حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۱۶ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھئے فرماتے ہیں :- کہ رسول کو علی کی ولایت کے اعلان کرنے کا صریح حکم پہنچا۔ پس آپ ڈر کے مارے لیت و لعل کرتے رہے۔ اور بار بار رنج کا تانا باندھا رہا۔ حتیٰ کہ زجر و توہین تک لویت پہنچی۔ اور جب خدا نے شرعاً اسے محافظت کا ذمہ بھی اٹھایا۔ تب بمشکل تمام خم غریب میں لوگوں کو جمع کر کے من کنت مولاً فعلی مولاً کے گول مول الفاظ فرما دئے۔

افسوس اور صدا فسوس! شان نبوت میں کس قدر

گستاخی ہے۔ بس اب تو کوئی گلہ شیعوں کو بھی نہ کرنا چاہیے۔ جب کہ نعوذ باللہ قرآن کی تحریف صدر نبوت سے ہی شروع ہے۔ تو امام غائب پھر کیا لائیں گے۔ بس معلوم شد معلوم شد اور نعمت اللہ الجزائری کو ”دروغ گور احافظہ نباشد“ کے مطابق یہ یاد نہ رہا کہ حضرت علیؑ سے جب پوچھا گیا کہ کیا تم کو خاص طور پر کوئی علم یا قرآن مخفی رسول صلعم نے دیا ہے۔ تو فرمایا نہیں! بلکہ ہم کو قرآن کا فہم ہے جو خدا کی طرف سے اہسان کو ملتا ہے۔ پھر رسول کی خلوتوں کے جمع کردہ قرآن کی کاپی کہاں گئی۔ عیسائی اگر نعمت اللہ کی باتیں سنیں تو جھٹ منہ پر دے ماریں۔ کہ بس میاں تم اسی کو رسول کہتے ہو جو پورا قرآن بھی ظاہر نہیں کرتا۔ ہائے اس نعمت اللہ کو خدا سمجھے۔ اور اس کے ظلم کی اس کو کما حقہ سزا عتابیت فرمائے۔ کسرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً۔

اگر کوئی شیعہ یوں کہے کہ تحریف قرآن کو بیستم خون شیعہ کے پیچھے لگ کر مانے لیتے ہیں۔ اور یہ بھی مان لیا کہ حضرت علیؑ قرآن لکھ کر لائے۔ صحابہ رسول نے اس کو قبول نہ کیا۔ انہوں نے وہ قرآن مخفی کر دیا۔ اور پھر ان کے مانکنے پر بھی ان کو نہ دیا۔ بلکہ دوسری کتب سماویہ کے ہمراہ مہدی کے لئے بند کر کے چھپا دیا۔ تو جب حضرت علیؑ خلافت پر متمکن ہوئے۔ کیونکہ قرآن محرف کو قائم رکھا۔ اور کیوں اپنا قرآن رائج نہ کیا۔ اس سوال کا جواب اسی نعمت اللہ الجزائری نے کتاب الانوار میں دیا ہے۔ احکام قرأت بیان کرتے کرتے لکھتا ہے کہ ”جب حضرت امیر المومنین تحت خلافت پر بیٹھے۔ تو اپنے قرآن کو ظاہر نہ کر سکے۔ اور بلکہ اسے چھپا دیا۔ کیونکہ اس میں پہلے خلیفوں کی بُرائی درج تھی۔ اسی طرح حضرت علیؑ صلوٰۃ اللہ علیہ سے منع نہ کر سکے۔ اور عورتوں کا متعہ جاری نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ اگر ہر خطا مجھ سے پہلے نہ ہوتے۔ تو متعہ کے جائز ہونے کے سبب ہر جماعت

مفرد الفاظ کے بھی نہیں ہوئی۔ ورنہ ان کا کلام اس امر میں صریح ہے کہ رسول اللہ صلعم کے زمانے میں حسب اختلاف قرأت قرآن کے مختلف نسخے تھے۔ انتہی۔

آنچہ پدر نہ کرد لیسر تو اند کرد

سیدھی سچی بات سید ولد ار علی مذکور کے بیٹے سید محمد نے کہدی۔ اور باپ کے قدم بقدم چلتے ہوئے آگے بھی نکل گئے۔ اور سید مرتضیٰ جو عدم تحریف کے قائل ہیں ان کی خوب خبر لی۔ چنانچہ ضربت حیدریہ جلد دوم صفحہ ۸۱ پر فرماتے ہیں :-

پس ہمارے استاد مدظلہ کا کلام ان کے اپنے مسلک مختار پر مبنی ہے۔ اور سید مرتضیٰ کی تقلید لازم نہیں۔ کیونکہ حق اتباع کا زیادہ سزاوار ہے۔ اور سید علم الہدیٰ معصوم نہ تھے۔ کہ ان کی اتباع کی جائے۔ پس اگر ثابت ہو جائے کہ وہ قرآن میں مطلق عیب و نقصان نہ ہونے کے قائل ہیں۔ تو ہم پر ان کا اتباع لازم نہیں۔ اور اس میں کوئی ہرج نہیں۔ انتہی۔

یہ عیش و نشاط کا مرانی کب تک

عشرت بھی سہی تو نوجوانی کب تک

اور یہ بھی سہی قیام دولت ہی محال

دولت بھی سہی تو زندگانی کب تک

قلیلہ کوئی زمانہ کرتا اسی طرح حضرت حضرت علی قاضی شریع کو مہدہ قضا سے اور معاویہ کو امارت سے برطرف کرنے پر قادر نہ ہوئے اور وہ قرآن جو حضرت عثمان نے لکھا تھا باقی رہا۔ ماشاء اللہ جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔

علم الہدیٰ اور سید الطائفہ وغیرہ قائلین عدم تحریف فی القرآن کا جواب ملا خلیل قزوینی نے بھی دیا ہے۔ اگرچہ نام ان کا نہیں لیا۔ چنانچہ صافی شرح اصول کافی مطبوعہ نو لکھنؤ کتاب فضل القرآن۔ جز ہشتم صفحہ ۷۷ پر فرماتے ہیں۔ ان عدد الایات التي جاء به جبرئیل الخ ان آیاتوں کی تعداد جو حضرت جبرئیل لائے۔ اور خاصہ (شلیلہ) اور عامہ (اہلسنت) کے طریقہ میں صحاح کی حدیثیں جو قرآن میں سے حصہ کثیر کے ضائع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ کثرت میں اس درجہ کو پہنچ گئی ہیں کہ ان سب کا جھٹلانا جرات ہے۔ اور یہ حکایت تو مشہور ہے کہ حضرت عثمان نے ابی بن کعب کے مصحف اور عبد اللہ ابن مسعود کے مصحف کو جلا دیا باوجود ان باتوں کے اور اختلاف قرأت کے جو اس باب کی حدیث نمبر بارہ اور تیرہ میں مذکور ہوا یہ دعویٰ کہ قرآن انتہائی ہے۔ جو مصاحف مشہورہ میں ہے اشکال سے خالی نہیں جو کچھ ابو بکر و عمر و عثمان نے کیا اس سے واقف ہو جانے کے بعد قرآن کے غیر منحرف ہونے پر یہ دلیل لانا کہ صحابہ کرام اور اہل اسلام نے ضبط قرآن کا بڑا اہتمام رکھا ہے نہایت ضعیف ہے۔ انتہی۔ اس کے سید ولد ار علی مجتہد کی تاویل بھی سنئے۔ ضربت حیدریہ جلد دوم صفحہ ۷۸ پر ارشاد ہوتا ہے :-

میں کہتا ہوں کہ یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ سید مرتضیٰ جو کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر اور تحریف بالکل نہیں ہوئی۔ ان کے اس قول کا مال یہ ہے کہ بعد از ایک آیت یا دو آیت یا زیادہ کے تحریف نہیں ہوئی۔ نہ یہ کہ بعد

انتباہیۃ علی افتتاحیۃ

مشرقی کا تذکرہ غلط

(۱۳۳)

(از جناب مولانا محمد عالم صاحب آسوی امرتسری)

ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ اصول بغاوت و دس اصول عشرہ گوا حکام اسلامی میں مگر

ان کا درجہ وہ نہیں جو ارکان خمسہ کا ہے اس لئے مشرقی کا مغالطہ ظاہر ہو گیا کہ توحید الہی سے یہ اصول پیدا ہوئے ہیں۔ اور انبیاء سابقین اسی توحید مع الاصول کی تلقین فرماتے آئے ہیں۔ اور قرآن نے انہی کو تکمیل تک پہنچایا ہے۔ کیونکہ یہ دس اصول ایک مفسد فی الارض ڈالوؤں کی جماعت میں بھی موجود ہو سکتے ہیں جس کا تعلق کسی مذہبی جماعت سے نہیں ہوتا کیا وہ

(۱) توحید فی العمل پر کاربند نہیں ہوتے؟ اور متفقہ طور پر عمل پیرا نہیں ہوتے؟ اگرچہ وہ توحید الہی کے قائل نہ ہوں یا وہ بالشوکیہ کے افراد ہوں کیا

(۲) وحدۃ الامتہ کا وجود ان میں نہیں ہوتا؟ یا وہ مختلف جگہوں کو اپنے نظم و نسق میں منظم نہیں کرتے؟ کیا (۳) اطاعت الامیران میں نہیں ہوتی؟ اور ان کا سرغنہ رنگ لیڈر ان کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اور کیا وہ اس کا حکم نہیں مانتے؟ کیا

(۴) جہاد یا مال اور جہاد یا سیف نہیں کرتے؟ کیا ان میں اشتراک فی المال نہیں کیا وہ اپنا تمام سرمایہ اپنے امیر کے سپرد نہیں کرتے۔ کیا ان میں

(۵) استقامتہ فی العمل کی کمی نظر آتی ہے۔ اور کبھی

اپنے کام میں سست نظر آتے ہیں۔ یا اپنے دشمن کی فحمت میں مصروف نہیں رہتے۔ کیا

(۶) ہجرت پر عمل پیرا نہیں ہوتے؟ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں ڈاکہ نہیں ڈالتے؟ یا وہ تمام ایسی چیزوں کو نہیں چھوڑتے جو سنگ راہ واقع ہوں؟ بلکہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ جاتے ہیں۔ اپنے ملک کو خیر باد کہہ جاتے ہیں۔ جب جاہ اور حب سکونت کو بالکل ترک کر دیتے ہیں اور سوائے تغلب علی الارض کے ان کا دنی مشا کچھ نہیں ہوتا۔ اور دشمن کو یلیا میٹ کر دنیا ان کا فرض اولین ہوتا ہے۔ کیا وہ

(۷) مکارم اخلاق سے خالی ہوتے ہیں؟ کیا وہ اپنے زعم میں اپنی قوم یا جماعت کی تقویت میں شب و روز کوشاں نہیں رہتے اور قومی ضرورتوں پر اپنا مال خرچ نہیں کرتے؟ یا غریب و نواز اور مسکین پر در نہیں ہوتے؟ یا کیا وہ اپنی جماعت کے کسی فرد کے حقوق تلف کرتے ہیں یا کیا ان کا توکل نہیں ہوتا؟ جان جو کھوں میں ڈال کر کامیابی پر بھروسہ نہیں کرتے۔ اور کیا ایمان بالآخرۃ یعنی نتائج اعمال کا ان کو علم نہیں کیا

(۸) تحصیل علوم طبعیات میں روس کے بالشوکیہ کسی سے پیچھے ہیں۔ یا کیا اسلحہ جدیدہ کے استعمال سے وہ بے خبر ہوتے ہیں؟ تو جب یہ اصول عشرہ اس جماعت میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جو سرے سے خدا کی ہمتی کی ہی مستکبر ہے۔ یا ایک ایسے گروہ میں پائے جاسکتے ہیں جو حکومت کی نظر میں مفسد فی الارض اور باغی ہے تو ہمیں کیسے یقین ہو سکتا ہے کہ اصل الاصول اسلامی تعلیم ہی دس اصول ہیں۔ کیا مشرقی کا اصل تشدد یہ ہے کہ ادھر اُدھر سے قرآنی آیات کو اس طور پر پیش کرے کہ مخالفین کو صاف یقین ہو جائے۔ کہ معاذ اللہ قرآن مجید ایسی تعلیم پیش کرتا ہے۔ جو باغیوں اور دہریوں میں بھی موجود ہے؟ اس لئے ہم علان

کرتے ہیں کہ مشرقی اسلام سے بے خبر ہے۔ یادہ دیدہ
دانتہ اسلام کو بدنام کرنا چاہتا ہے۔ اور یا دشمنان
اسلام کا کرایہ دار غلام ہے جو مسلمانوں کو ایسے میدان میں
لانا چاہتا ہے کہ نہ وہ دنیا کے رہیں نہ دین کے
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً مشرقی کے ہر دعا سے

قول مشرقی امل الارکان الخمسة، فلیست الاوساط
الی هذه الاصول۔ پانچ بنائے اسلام
صرف ان اصول عشرہ کے حاصل کرنے کے لئے ذریعہ تھیں
قرار دئے گئے ہیں۔ ورنہ وہ اصل بنائے اسلام نہیں۔
یہ بالکل غلط ہے کہ صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ
تردید اور کلمہ توحید سے مراد خدا کی ہستی کا اقرار اور
خدا کے سامنے سر جھکانے کا طریقہ مستقیم نہیں۔ ورنہ یہ ماننا
پڑتا ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک مسلمانوں کی اندرونی
تعلیم ہی رہی ہے کہ وہ ان اصول عشرہ پر کار بند ہو کر فساد
فی الارض اور خلل فی الامن کو اپنا صراط مستقیم اور ایمان
سمجھیں۔ حالانکہ یہ سب امور اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف
ہیں۔ اور مشرقی اس سے قطعاً بے خبر ہے۔

قول مشرقی کلمۃ التوحید مبناھا التوحید فی العمل
الصوم جہاد بالنفس الصلوٰۃ الطاعة
الامیہ و وحدۃ الامۃ۔ والذکوٰۃ جہاد بالمال کلمۃ توحید
سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں بلکہ اس سے
مراد توحید فی العمل اور مل کر کام کرنا ہے۔ روزہ سے مراد یہ
ہے کہ جہاد بالنفس کرو۔ اور جہاں فحاشی سے کام کرنا سیکھو
نماز سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے امیر جماعت کی پیروی کرو اور
قومی اتحاد پیدا کرو۔ اور زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ جہاد بالمال
کرو اور قومی مفاد میں اپنا مال خرچ کرنے کے لئے امیر قوم
کے خزانہ میں جمع کراؤ۔
تردید: مطلب یہ ہے کہ اس کے نزدیک مسلمان کو یہ

ضروری نہیں کہ وہ خدا کو ایک مانے یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو نبی برحق تسلیم کرے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ
صوم صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو مشغل بیکاری نہ سمجھے۔ گویا آج تک
بزعیم مشرقی مسلمانوں کو دھوکے میں رکھا ہے کہ نماز پڑھو
روزہ رکھو زکوٰۃ دو اور توحید آہی کا اقرار کرو۔ سارے
تیرہ سو سال کے بعد خدا نے ایک زرگر کو وحی کے ذریعہ یہ
سمجھا دیا ہے کہ ان الفاظ کے یہ معانی نہیں جو مسلمان سمجھے
بیٹھے ہیں۔ بلکہ ان کے یہ مفہوم ہیں جو اصول عشرہ پر حاوی
ہیں۔ اگر ان الفاظ کا مفہوم ہی تھا تو خدا کا فرض تھا کہ
پہلے خود قرآن میں ان

مشرقی کا حصار قرآن پر حملہ الفاظ کی بجائے وہ صاف
لفظ نازل کرتا جو اصول
عشرہ میں مذکور ہیں۔ یا فرض اگر یہ چیتان یا مہار کھنڈے ہی
تھے۔ تو قرآن کو مفصل کیوں کہا اور تین لکھ شئی
کیوں فرمایا۔ اچھا یہ بھی جانے دیجئے کم از کم نبی علیہ السلام کو
ہی ان الفاظ کے صحیح مفہوم معلوم ہونے چاہئیں تھے جب
آپ کو بھی خدا نے اسی الجھن میں پھنسا رکھا۔ تو خدا کو
کیا ضرورت پڑی تھی کہ عرب میں ایک نبی مبعوث کرتا،
سیدھا امرتس میں عنایت اللہ پر قرآن کیوں نہ نازل کر
دیا۔ جب خدا نے سارے تیرہ سو سال تک قرآن کو
ایک معانی شکل میں پیش کر کے نسل در نسل مسلمانوں کو
اصل قرآن سے بے خبر رکھا ہے تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ
(معاذ اللہ) ظالم للعالمین ہے جو طریق نجات کو آج تک
پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔ اور یوں ہی اس نے قرآن میں
لکھ دیا تھا کہ مَا آتَا بِظُلْمٍ لِّلْعَالَمِیْنَ۔ میں تیری نوع انسان پر
ظلم نہیں کرتا۔ مگر ہمارے نزدیک

تمثیلی نکتہ اس قسم کی قرآنی تحریف کوئی نئی بات نہیں
ہے۔ آج سے پیشتر کئی ایک طاغوت اسی قسم
کے اقوال پیش کر چکے ہیں۔ چنانچہ ایک بھنگڑے پوچھا گیا کہ

تردید میں سے ہیں کیا قرآن مجید میں اقیمو الصلوٰۃ کا حکم بار بار نہیں دہرایا گیا۔ کیا دوزخیوں کا اعتراف مذکور نہیں کہ لَعْنَةُكَ مِنَ الْمُضْلٰیْنَ کیا مشرقی نے یہ بھی نہیں پڑھا کہ کتب علیکم الصیام۔ پھر یہ بھی نہیں دیکھا کہ اتموا الحج والعمرة للہ۔ کیا اس حکم پر بھی نظر نہیں پڑی کہ اتوا الزکوٰۃ اگر ان الفاظ کے وہ مفہوم مراد نہیں جن پر آج تک مسلسل تسلیم اسلامی کا اتفاق ہے۔ تو مشرقی کا فرض ہے کہ ان کو فروع میں شمار کرنے کی کوئی قرآنی دلیل پیش کرتا۔ ورنہ صرف یہ کہدینا کافی نہیں کہ یہ فوعات ہیں دلیل ندارد۔ اس طرح تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ فوعات ہیں کیا اس کے نزدیک کہنے کا جواب کہدینا کافی ہو سکتا ہے؟

مشرقی کے قول پر فیصلہ بالفرض اگر ہم مشرقی کا قول صحیح تسلیم بھی کر لیں۔ تو پھر

بھی اس کا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسلمان ارکان خمسہ کی ادائیگی چھوڑ کر اصول عشرہ پر کاربند ہو جائیں کیونکہ وہ خود مانتا ہے کہ انماھی وسائل وہ اصول عشرہ کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہیں تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب عہد نبوت میں یہی ارکان خمسہ اصول عشرہ کے وسائل قرار پا چکے ہیں۔ اور عہد خلافت میں بھی یہی ارکان خمسہ وسائل تسلیم کئے گئے تھے تو مشرقی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنی امت کو ان سے بد دل کر اگر منکر ارکان خمسہ بنائے۔ اور جب یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ یہی ارکان خمسہ قرون اولیٰ میں اصول عشرہ کے لئے بہترین وسیلہ ہیں تو مشرقی کا فرض تھا کہ انہی ارکان خمسہ کی پابندی سے اپنے اصول عشرہ حاصل کرتا۔ خاکساروں کو کمال عجز و انکساری کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تلقین کرتا اور پنج وقتہ حاضری میں کوتاہی کرنے والوں پر جیسا فی ستر یا جرمانہ کی سزا مقرر کرتا۔ اور اس طریق پر نماز کا التزام ضروری سمجھتا جس نے اس نے خود

تم ارکان خمسہ اسلام پر کیوں کاربند نہیں رہتے۔ تو اس نے جواب دیا کہ اصل قرآنی تعلیم ہم لوگوں کو دی گئی ہے۔ ظاہری مسلمان اس کی اصلی تعلیم سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ اکیسویں پارہ کی پہلی آیت میں ہی خدا نے دو حکم دئے ہیں اول عام لوگوں کو کہ اقم الصلوٰۃ نماز پڑھا کرو۔ دوسرا حکم خاص لوگوں کو دیا کہ ولذکر اللہ اکبر تم ذکر الہی کیا کرو۔ اور نیز کہ نماز سے بھی بڑھ کر ہے۔ اسی بنا پر ہم افضل درجہ پر گھلن میں اور ظاہری مسلمان ابھی ابتدائی تعلیم میں جکڑے ہوئے ہیں علیٰ ہذا القیاس ایک مسلم نابالغ ایمان سے پوچھا گیا کہ تم ارکان خمسہ اسلام کی پابندی کیوں نہیں کرتے۔ تو اس نے جواب میں کہا۔ کہ قرآن خود کہتا ہے کہ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب۔ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے میں کوئی بہتری نہیں۔ بیشک اقیمو الصلوٰۃ کا حکم بار بار آتا ہے۔ مگر اس سے مراد صرف دُعا اور یاد الہی ہے۔ ورنہ یہ کہاں لکھا ہے کہ تم ہر روز نماز پڑھا کرو۔ پھر پانچ وقت کا کہیں ذکر نہیں۔ حج کی طرح یہ ایک قومی فرض کفایہ ہے۔ ایک دو کے پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی روزانہ نہیں عمر میں ایک دفعہ ہی کافی ہے۔ ہفتہ کے سات دن ہیں کسی دن کا نام مذکور نہیں۔ ہاں صرف جمعہ کا نام لیا ہے۔ مگر اس میں بھی قضیت الصلوٰۃ کا لفظ ہے اذیت الصلوٰۃ کا لفظ نہیں۔ اس لئے اس دن بھی جھٹی ہوئی۔ مضمون طویل ہو جائے گا ورنہ اس قسم کے ماہرین قرآن کے اقوال بہت پیش کر سکتا ہوں کہ اگر مشرقی کے سامنے پیش کئے جائیں تو اسے سامنے اصول بھول جائیں۔

قول مشرقی ہذا لارکان انماھی مناسک الایۃ المحمدیۃ ظاہر اولیست باصل الاسلام میل ہی

فروغہ۔ پانچ بنائے اسلام امت محمدیہ کی شناخت اور امتیاز کا ظاہری نشان ہیں ورنہ وہ اصل اسلام نہیں بلکہ فوعات میں سے ہیں۔

محاورات کے خلاف ہے۔ ہاں آجکل ضرور بولتے ہیں کہ یہ روح کیوڑ ہے۔ اور وہ روح گلاب ہے۔ مگر یہ محاورہ عہد نبوت میں نہ تھا۔ اس لئے جو کچھ مشرقی نے آیات پیش کردہ سے سمجھا ہے غلط سمجھا ہے۔ غالباً یورپ میں اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مشرقی الفاظ میں روح اللہ کا لفظ سنا ہوگا۔ تو یہ سمجھ لیا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے نزدیک خدا کا چوڑ

روح کا معنی دو آتشہ یا سہ آتشہ عرق اور روح ہیں اور وہی محاورہ یہاں بھی جاری کر دیا ہوگا ورنہ

ضروری تھا کہ اس جدید اصطلاح پر کوئی قرآنی محاورہ پیش کرتا۔ عنایت اللہ اتنا بھی نہیں سمجھا کہ مریم علیہا السلام کی طرف خدا نے فرشتہ بھیجا تھا تو کہا فادسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشر اسویا۔ تو کیا یزعم مشرقی خدا نے اپنا سہ آتشہ عرق نکال کر مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا؟ تو بعد میں خدا کیسے پنج رہا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی روح کہا ہے۔ کیا وہ بھی خدا کا چوڑ ہی تھے۔ دو دفعہ روح حاصل کرنے کے بعد خدا کی مہتی غالباً مٹ چکی ہوگی۔ اب رہا امر کا لفظ

امر کا معنی جس کے معنی قانون الہی یا گیا ہے۔ اور قانون الہی سے مراد مذکرہ کے مختلف مقامات میں سنتر اللہ کئے گئے ہیں۔ پھر اس کے لوازم میں اصول عشرہ پیش کئے گئے ہیں مگر ہمارے نزدیک سب کچھ بلا دلیل ہے۔ ایک بھنگڑے پتھرا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں دُر دموتی کی آواز آتی ہے بتاؤ اس سے کیا مراد ہے۔ جیہ مخاطبین جواب نہ دے سکے تو جواب دینے پر خود ہی آمادہ ہو گیا کہ دُر سے مراد دو موتی ہیں اور دو موتیوں سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جیہ تک اہل بیت پر ایمان نہ لایا جائے کلمہ تو حید مکمل نہیں ہوتا۔ یہی مثال عنایت اللہ نے پیش کی ہے۔ کہ روح سے مراد عرق ہے۔ اور امر سے مراد قانون اور سنت اللہ۔ حالانکہ قرآن شریف میں روح اور امر کے استعمال کئی ایک طریق پر مذکور ہیں۔ مگر کہیں بھی مشرقی مزعومہ کی تائید نہیں ہوتی۔ نہ موقی لعلہ

اپنے دیباچہ اُردو کے آخری ادباق میں پیش کیا ہے۔ تب ہم بھی سمجھتے کہ ہاں واقعی خاکسار ایسی ناز ادا کرتے ہیں کہ ہماری نمازیں ان کے سامنے پانی بھرتی ہیں۔ روزہ کی ادائیگی اور زکوٰۃ اور حج کی تعلیمیں بھی اسی طریق پر کرتا کہ خاکساروں میں عہد صحابہ کا نمونہ نظر آنے لگتا۔ مگر تجربے سے ثابت ہو چکا ہے کہ گو وہ لفظوں میں کہتا ہے کہ یہ وسائل ہیں۔ مگر عملی طور پر اس کے خیال میں یہ وسائل بھی نہیں۔ بلکہ ذلت و مسکنت کا باعث ہیں۔ اس لئے خاکسار ارکان خمسہ کے منکر ہیں اور خود بھی منکر ہے۔ اور صرف مغالطہ دے رہا ہے کہ میری ارکان خمسہ کی فرضیت کا قائل ہوں اور انکار کرتا ہوں۔ تو تمہاری طریق ادائیگی سے انکار کرتا ہوں۔ باقی کے دانت کھانے کے اور کھانے کے اور۔ بخدا میرا مسلک یہ ہے کہ نہ انکار میکنم نہ اکیل میکنم۔ ایسا جلد باز اسلامی دنیا کے لئے سخت مصیبت کا نمونہ ہے خدا کرے اسے جلدی اس دنیا سے اٹھالے۔ قولوا امین۔

قول مشرقی وهذا الاصول روح الاسلام ما ذال قال ذلک او حینا الیک روحا من امونا۔ لکل جعلنا مناسک ہم ناسکوا فلا یناز عنک فی الامر نحن لا نعوقهم فیہا لکن الامر شئی اخر وہو قانونہ فمن عمل وجد اجور ایا من کان وایضا کان۔ فلا یجوز التنازع فی الامور ولا فی الفروع اذ ہوسبب التفرقہ۔ یہ اصول عشرہ اسلام کا چوڑ ہیں چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ ہم نے اپنے امر کا چوڑ آپ کی طرف وحی کر دیا ہے۔ اور ہر قوم کے لئے الگ الگ طریق ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ سے تنازع کرنے کی نہ ٹھان لیں۔ امر سے مراد قانون الہی ہے۔ اور جو شخص بھی اس پر عمل کرے گا ثواب پائے گا۔ خواہ وہ کھنڈ بھی۔۔۔ جو کسی جگہ کا ہو۔ اس لئے قانون الہی اور طریق عبادت میں تنازع ناجائز ہے۔ کیونکہ اس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔

تردید روح کا معنی چوڑ یا عرق یا ست مراد لینا قرآنی

انہوں نے الامر کو تسلیم نہیں کیا۔ اور صرف ارکان خمسہ کے قائل ہو گئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیت پیش کردہ میں وہ کونسا لفظ ہے جو ہمیں الامر پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے؟ اس کے علاوہ الامر کی تشریح قانون الہی اور اصول عشرہ سے کرنا اور بھی تعجب خیز ہے۔ آیت محولہ بالا میں اس تشریح کا نام و نشان تک نہیں۔ تو پھر اس سے یہ نتیجہ کیسے اُتار دیا جاسکتا ہے کہ ارکان خمسہ خدا کا حکم نہیں۔ اور اصول عشرہ خدا کا حکم ہیں۔

قول مشرقی فاتحی انتم لہ تعرفوا الاسلام ماہو؟ وما المستویۃ الابظاہر سطحہ واعرضتم عن لہد افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض...
.....؟ میں سچ کہتا ہوں تم کو تو حقیقت اسلام کی کچھ بھی خبر نہیں۔ تم نے تو اس کی ظاہری سطح پر ہاتھ پھیرا ہے مغز اسلام سے تمہیں کوئی واسطہ نہیں۔ تو کیا تم قرآن مجید کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ حصہ نہیں مانتے۔ یاد رکھو جو ایسا کرے گا دنیا میں گرسوا ہو گا اور آخرت میں مغرب ہو گا۔

ترجمہ اس قول میں مشرقی نے مسلمانوں کے حق میں دو امر کا اظہار کیا ہے۔ اول یہ کہ قرآن مجید میں اصول عشرہ کا حکم ہے وہ اسے نہیں مانتے۔ اس لئے وہ دنیا میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور آخرت میں ان کو عذاب ہو گا۔ دوم یہ کہ اہل اسلام کو مغز اسلام کی خیر تک نہیں۔ یہ لوگ صرف ظاہری اور رسمی مسلمان ہیں۔ گدہم پوچھتے ہیں کہ جب ہم صرف ظاہری مسلمان ہیں تو ہمیں بتایا جائے کہ مغز اسلام کا پتہ چودہویں صدی کے نصف اخیر میں کیوں دیا گیا۔ آج سے پہلے یہ سراغ کیوں نہ کسی کو ملا۔ کیا آج تک کے تمام مسلمان بھی اس مغز اسلام سے بے خبر رہ کر بحالت کفر مرتکب ہیں؟ مغز اسلام کا دریافت کرنا اگر واقعی از حد مشکل تھا جو مشرقی کے لئے تقدیر نے مخصوص کر رکھا تھا تو قرآن نے یہ دعوئے کیوں پیش کر دیا تھا کہ میں مفصل ہوں۔ تمہیدان

انکم صاقدین۔ ہاں مشرقی اپنی نبوت کا اظہار کر دے تو پھر یہ اصطلاح علم لدنی کا اثر ضرور ماننا پڑیگا۔

مشرقی پر ایک اعتراض اس موقع پر مشرقی نے یہ آیت پیش کی ہے کہ۔
فلا ینازعنک فی الامر وہ تجہ سے اس امر میں تنازع کرنا نہ چاہیے اس سے اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ تم کسی سے عبادات میں تنازع نہ کرو۔ کیونکہ ہر ایک کے لئے طریق عبادت خدا نے الگ الگ مقرر کر دیا ہے۔ اگر یہ مفہوم صحیح ہے۔ تو مشرقی کا سب سے پہلے یہ فرض تھا کہ اہل اسلام کے طریق عبادت پر حملہ نہ کرنا نہ یہ حکم نکالے کہ ارکان خمسہ خدا کا حکم نہیں۔ بلکہ خدا نے اصول عشرہ کا حکم دیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ عبادات میں تنازع کرنا تفرد کا باعث ہے۔ تو پھر اس نے ارکان خمسہ پر تنازع کیوں قائم کیا۔ اور کیوں بنائے خاصیت پیدا کی۔ اور کیوں مسلمانوں کے دلوں میں جھکے لگائے۔

ہر یکے نامح برائے دیگران

نامح خود یا فتم کم درجہاں

قول مشرقی فحق علیہم العتاب کا مسلمین عصرنا ہنداء اذ قالوا ما الاسلام الا لا الکران الخمسة ولا تؤمن بالامولان اللہ لہر یکتب علینا سوالا رکنا جو مذہبی عبادات میں تنازع کرتا ہے اس پر عذاب آجاتا ہے جیسا کہ آج مسلمانوں پر عذاب آچکا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم امر نہیں مانتے۔ صرف ارکان خمسہ مانتے ہیں خدا نے ہم پر سوائے ارکان خمسہ کے اور کچھ بھی فرض نہیں کیا۔
ترجمہ بظاہر اگرچہ مشرقی کا یہ قول کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر قدرت نے دکھا دیا ہے کہ واقعی یہ

قول خاکساروں اور خود اس کے حق میں صادق نکلا ہے۔ چاہے کس راہ را در پیش مسلمانوں پر عذاب کا نفر نہ لگایا تھا مگر خود پھنس گئے۔ لایحیٰ المکر السی الا یاہلہ اس قول میں مسلمانوں پر عذاب وار د کرتے ہوئے یہ الزام قائم کیا ہے کہ

نکلے ہوں۔ معیات سے بھری ہوئی ایسی کتاب کی ضرورت ہی کیا تھی کہ آخری پیغام بن کر آتی۔ اگر وہ تشریح مشرقی کی محتاج تھی تو آج اُترتی۔ اس کا سارے تیرہ سو سال پہلے اُترنا بالکل بے فائدہ تھا۔ خدائے بھی اب تک کوئی فیصلہ کن ہستی پیدا نہ کی جو ارکان خمسہ کا صحیح مفہوم بتلاتی۔ اور الامور کی تشریح بلیغ برداری سے کرتی۔ آخر مشرقی کو الہام ہوا۔ اور قرآنی معیات اور محمل آیات کی تشریح مسلمانوں کو آج نصیب ہوئی۔ تو پھر مشرقی ہی افضل المرسلین ہوا۔ دوسرا کوئی کیوں اس قدر منزلت کا حقدار ہوگا۔ ناظرین یہ ذہنیت ہے مشرقی کی۔ اب آپ ہی فیصلہ کر لیں کہ وہ کہاں تک دوسروں کو اسلام سے خارج کرتے کرتے خود اسلام سے دور جا پڑا ہے؟

کمائیاتی مکہ (سیاتی) کل اوامر (جمع اوامر) اغلاط (تفرع، تفرع، یولج (دیدخل) نیکد؟ (ندید؟) اسلحہ (الد) فی امتنا (فی هذه الامه)۔ المصداق لما (المصدق لما) نصبت (نصب) فرع منه (فروع له) فاستسک (فستسک) فی کل الامم (فی جمیع الامم) فسواء علیہ (فمقبول عندہ) (وجب علیہا العذاب (حق علیہا العذاب) کما وجب (کما حق) صرخوا (صرخوا انفسهم) سطحہ (قشرہ) = ۱۷

قرآنی طرز بیان اس دور حاضر میں قرآن نما عربی لکھنا ناقص التعليم، عیان علم و فضل کی علامت ہے۔ سب سے پہلے بہار اللہ کے کتاب اقدس لکھی۔ اس کے بعد مسیح قادیانی نے اس کا تتبع کیا۔ بیگشوار یہ لے بھی ایک صفحہ اسی طرز پر لکھا۔ آخر مشرقی نے بھی یہی طریق اختیار کیا۔ اور اپنی نالائقی پر ہر کردی۔ ان عربی نویسوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ قرآنی طرز پر عربی لکھنا ایک معمولی انسانی کام ہے۔ مگر جب لکھتے ہیں تو اپنی تفصیح خود کر لیتے ہیں۔ اور انسانی عربی بھی قبول جاتے ہیں۔ ہنس کی چال کو

چلا کر اپنی چال بھی بھول گیا۔ ایسے بے خبر اتنا بھی خیال نہیں کرتے کہ سیلہ کذاب نے فرقان اول اور فرقان ثانی میں قرآن مجید کا مقابلہ کیا تو منہ کی کھائی تھی۔ ابو العلاء معری نے مقابلہ کیا تو اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ آج ان دونوں کا نشان نہیں ملتا۔ اور قرآن معجزہ نماعربی میں موجود ہے۔ بہار اللہ کی کتاب اقدس بطرز قرآن اوٹ آف پرنٹ ہے۔ مسیح قادیانی کی عربی تصانیف کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اقتداء بھی ایسا بد مزہ ہے کہ دیکھ کر عقل سلیم کو قے آجاتا ہے۔ یہ بھی آئندہ مطرود و مردود ہو جائے گا۔ کیونکہ قرآن کا مقابلہ آسمان پر تھوکتا ہے۔ اور اپنی تباہی کا سامنا ہے۔ جاد الحق و ذوق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ میں ہی اشارہ ہے۔ فاتو السورۃ من مثلہ میں اسی تحدی کا اعلان ہے جس کے سامنے بلید جلیسے عربی شاعر نے ہتھیار ڈال دئے تھے۔ تو بھلا ان عجی النسل علایم الشرق کی کیا متعدد ہے۔ کہ ایک حرف کا بھی مقابلہ کر سکیں۔ کیا پدی کیا پدی کا شور با؟ (اغلاط سابقہ ۲۵۰ + موجودہ ۱۷ = ۲۶۷)

قرآن نما عربی نویسیوں قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن نما عربی لکھتے کا مبلغ علم لگ جاتے ہیں۔ ان میں ذاتی قابلیت مطلقاً نہیں ہوتی۔ تنک بندی کا سہارا لیکر اپنے خیالات کا اظہار ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کر لیتے ہیں۔ جو مطلب خیر نہیں ہوتے۔ بلکہ بے موقعہ ان گھڑے دوسیمے چوڑ کر بھان متی کا ڈیرہ بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بے خبریوں کو بیٹھتے ہیں کہ قرآن کریم کو حضرت نبی علیہ السلام نے خود اپنے الفاظ میں مرتب کیا تھا۔ اور مندرجہ خیالات خدا کی طرف سے بذریعہ وحی پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے ہمیں بھی جب القاء ہوتا ہے تو ہم بھی اپنے الفاظ میں ان القائی خیالات کو بطرز قرآن تقلید کر نیچے تو گو ہمیں نبی نہ سمجھا جائے گا مگر اتنا ضرور حائد ہوگا کہ اخبار الغیب کا سہرہ ضرور ہمارے سر پر بند ہو جائیگا۔

منقولات

تحقیق مسئلہ خطبہ جمعہ

(از حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین
مسئلہ ذیل میں :-

۱۔ از یہ کہتا ہے کہ خطبہ الجمعۃ والعیدین بزبان عربی
مستون ہے۔ زبان اردو یا دیگر غیر عربی زبانوں میں خطبہ
پڑھنا سنت رسول اللہ اور صحابہ تابعین تابعین۔
مجتہدین۔ محدثین۔ فقہاء اُمرت کے طرز عمل کے خلاف
ہے۔

عمر کا دعویٰ ہے کہ خطبہ مذکور سامعین کی زبان
میں ہونا چاہئے۔ خواہ زبان اردو ہو یا فارسی۔ عربی ہو یا
ترکی۔ جاپانی ہو یا انگریزی۔ اور خطبہ کو سامعین کی زبان
میں پڑھنا ہی عین ادائے سنت ہے۔ کیونکہ خطبہ کی غرض
وعظ و تذکیر اور احکام کا سننا ہے۔ اور یہ غرض زبان مروجہ
میں خطبہ پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

عمر یہ سوال بھی پیش کرتا ہے کہ عیدین کی نماز کے
بعد جو خطبہ بزبان عربی پڑھا جاتا ہے اس کے پڑھنے وقت
خطیب کے مخاطب آیا وہ انسان ہوتے ہیں جن کی طرف منہ
کمرے وہ کھڑا ہوتا ہے یا اور کوئی مخلوق؟ اور یہ کہ عیدین
کے متعلق جو مسائل و احکام بیان کرتا ہے اس سے غرض
یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو مسائل و احکام سے آگاہی ہو یا
اس کے سوا کچھ اور؟

عمر اپنے دعویٰ پر حسب ذیل کتب لغت، احادیث،
فتاویٰ سے استدلال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مصلح المنیر
میں ہے۔ فیقال فی المواعظۃ خطب القوم غیث

اللغات میں ہے خطبہ آنجہ مجد و نعت خطاب و نصیحت و وعظ
بخلق اللہ باشد۔ کتاب ترغیب و ترہیب میں ابن ماجہ سے
بسنن حسن منقول ہے۔ کہ عن ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ یوم الجمعۃ
تبارک وهو قائم یذکر بایام اللہ۔ فتأوی عالمگیری میں
خطبہ کی سنتوں میں وعظ کرنا اور سمجھانا تحریر کیا ہے۔ وقال
صاحب الفتاویٰ الہندیۃ واما سنتھا یعنی الخطبۃ فخمسة
عشر ثم قال بعد ذلک وعظوها العظۃ والتذکیر۔
در مختار باب العیدین میں ہے۔ اما جعل الخطبۃ للتعلیم
کفایہ میں ہے۔ ولو خطب قاعد اُذ علی غیر طہارۃ اجزاه
لحصول المقصود وهو الوعظ والتذکیر۔ اور فتاویٰ
عالمگیری میں ہے۔ ویکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال
الخطبۃ الا ان یتکلم فی حال
انقصر علی ذکر اللہ جائز عند ابی حنیفہ وقال لا ید
من ذکر طویل سیمی خطبۃ لان الخطبۃ ہی الواجبة
والتسبیحۃ والحمد لا یسبی خطبۃ۔ ہدایہ میں ہے و
یخطب بعد الصلوۃ خطبتین یحلم الناس فیہما صدقۃ
الفطر و احکامہا لانھا شرعت لاجلہ۔

پس استدعا ہے کہ بدلائل شرعیہ وبراہین عقلیہ تیار
جائے کہ خطبہ کے معنی اور اس سے مقصود کیا ہے۔ اور آیا
وہ زبان عربی میں پڑھنے سے پورا ہو سکتا ہے یا نہیں اور
زبان غیر عربی میں خلاف سنت ہے۔ یہ نہیں۔
۱۔ مسلمان غازی جو عربی سے ناواقف ہیں۔ اور

نہیں کئے جاتے البتہ قراءۃ جنبی کو منع ہے۔

ولا ينبغي للإمام أن يتكلم في خطبة بشئ من حدث الناس لانه ذكر منظوم والتكلم في خلال دين هب بجلده (کتاب ميسوط جلد ۲ ص ۱۸۱) امام کو لائق نہیں ہے کہ خطبہ میں کوئی ایسی کلام کرے جو لوگوں کی یا سہی گفتگو کے مشابہ ہو کیونکہ خطبہ ذکر منظوم کا نام ہے اور اس کے درمیان میں کلام کرنا خطبہ کی خوبی و خوبی کو زائل کر دیتا ہے۔

اور یہی شمس الامم دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

والخطبة كلها وعظ وامر بمعروف والنهي عن منكر (ميسوط جلد ۲ ص ۲۸) اور خطبہ سب کا سب نصیحت اور امر بالمعروف ہے۔ ولانه في الخطبة يخاطبهم بالوعظ فاذا اشتغلوا بالكلام لم يقدر وعظه اياه شيئاً (ميسوط جلد ۲ ص ۱۸۱) اور اس لئے کہ امام خطبہ میں لوگوں کو نصیحت کے ساتھ خطاب کرتا ہے۔ اور جب لوگ باہم کلام میں مشغول ہونگے تو اس کا نصیحت کرنا ان کو کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔

وهكذا انفل عن ابى حنيفة (رضي الله عنه) انه

كان يفعل لان الخطيب يعظهم (ميسوط جلد ۲ ص ۱۸۱) امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے اس لئے کہ خطیب ان کو نصیحت کرتا ہے۔

ذیل کی عبارات سے ثابت ہوگا کہ اگرچہ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقط ایک تسبیح یا تحمید وغیرہ کو خطبہ کے لئے کافی نہیں سمجھتے لیکن وہ بھی خطبہ کو مجرد ذکر ہی قرار دیتے ہیں۔ ہاں یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ ذکر طویل ہو۔ اتنا قصیر نہ ہو کہ خطبہ کا اطلاق ہی اس پر نہ ہو سکے۔ ہدایہ میں ہے:-

فان اقتصر على ذكر الله جازع عند ابى حنيفة وقال لا بد من ذكر طويل ليسعى خطبة. اگر امام نے فقط ذکر اللہ پر اکتفا کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ صاحبان کہتے ہیں کہ ذکر طویل ہونا ضروری ہے جس کو خطبہ کہہ سکیں۔

سورہ قرآنی کے معنی کو نہیں سمجھتے وہ احکام شرعیہ کے مکلف ہیں یا نہیں؟ ان کی نماز ادا ہوتی اور اس پر ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

(۲) جمعہ وعیدین میں کس حد تک سورہ قرآنیہ تلاوت کرنا داخل سنت ہے اور کہاں تک مجاز ہے۔

(۳) جمعہ وعیدین میں سبح اسم ربك الاعلى اور هل ائتلك حديث الغاشية پڑھنا اتباع سنت میں شامل ہے یا نہیں؟

(۴) طول قراءۃ لغز ہے یا تخفیف قراءۃ۔

(۵) قرأت و تلاوت قرآن پر حصول ثواب فہم معانی و مطالب پر موقوف و منحصر ہے یا نہیں؟

(۶) جو شخص قرآن کے معنی نہ سمجھے اسے قرآن پاک پڑھنے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ بلذو بالذلائل و توجروا۔

الجواب

(۱) اولاً چند عبارتیں کتب فقہ سے ایسی نقل کی جاتی ہیں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ فقہاء کرام نے کسی جگہ تو خطبہ کو محض ذکر قرار دیا ہے۔ اور کہیں صرف موعظۃ و تذکیر اس کے بعد کوئی عبارت ایسی درج کی جائے گی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ان میں سے خطبہ کا اصلی موضوع (جس کے بغیر اس کا تقوم ہی نہ ہو سکے لغتاً اور شرعاً کیا ہے۔ اور جن امور زائدہ پر خطبہ کا اطلاق کیا گیا ہے وہ خطبہ کے مفہوم میں کس حد تک داخل ہو سکتے ہیں شمس الامم سرخسی فرماتے ہیں:-

ولان الخطبة ذكر والمحدث والجنب لا يمنعان من ذكر الله ما خلا قراءۃ القرآن في حق الجنب. انتھی کتاب الميسوط للشيخ جلد ثانی ص ۱۸۱ (مصری) ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے اور محدث یعنی جو بغیر وضو ہو اور جنبی یعنی جس پر غسل جنابت واجب ہو اللہ کے ذکر سے منع

اس طرح کی سینکڑوں عبارتیں کتب فقہ میں موجود ہیں جن کا استقصا بے فائدہ ہے۔ لیکن اب بعض ایسے اقوال نقل کرتا ہوں جن سے یہ ثابت ہوگا کہ خطبہ کی اصل حقیقت شرعاً و لغتاً مطلق ذکر سے زیادہ نہیں ہے بلکہ لغتاً تو ذکر اللہ کی بھی تخصیص نہیں مطلق کلام کو خطبہ کہتے ہیں۔ اگرچہ عرف عام میں بعض دوسرے امور بھی جو کہ سنت کے درجہ میں ہیں اس کی ماہیت میں شامل کر لئے گئے ہوں۔ مجمع البحار میں ہے:-

خطب خطبة بالكسر والاسم ايضاً بالكسر فاما بالضم فمن القول والكلام. انتهى. خطب خطبة بكسر الخاء يعني مصداً خطب کا خالی کسر کے ساتھ ہے اور اس کا اسم بھی خطبہ کی خاء کے کسر کے ساتھ ہے اور خطبہ کو خاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی گفتگو اور کلام کے ہوں گے۔ ذرا اور آگے چل کر لکھتے ہیں:-

وفيه وانا خطيبهم اذا انصتو- اي انا المتكلم من الناس حين سكتوا عن الاعتذار فاعتذر بهم ولم يردوا لغيري في التكلم انتهى۔ اور میں ان کا خطیب ہوں جبکہ وہ سکوت اختیار کریں یعنی تمام لوگوں میں کلام کرنے والا میں ہی ہوں گا جبکہ وہ اپنا عذر پیش کرنے سے ساکت ہو گئے۔ میں ان کے رب کے سامنے عذر پیش کرنے سے ساکت ہوں گے میں ان کے رب کے سامنے عذر پیش کروں گا۔ سوائے میرے کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:-

ولان المنصوص عليه الذكر قال الله تعالى فاسعوا الى ذكر الله وقد بينا ان الذكر بجماعي بالخطبة ثبت بالنص والذكر يحصل بقوله الحمد لله فها زاد عليه شرط الكمال لا بشرط الجواز وهو نظير ما قال ابو حنيفة ان فرض القنطرة ينادى بآية واحدة انتهى (مسود جلد ۳ مصری) اس لئے کہ نص سے ذکر ہی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا

فتح القدر میں ذکر طویل کی شرح میں لکھا ہے:-
قيل اقله عندهما قدرا للشهد - کہا گیا ہے کہ ذکر طویل کا کمتر درجہ صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ تشہد کی قدر ہو اور علامہ ابن عابدین نے رد المختار میں اسی قول کے تحت میں لکھا ہے:-

في العناية وهو مقدار ثلث آيات عند الكرخي و قيل مقدار الشهد - غنا یہ میں ہے کہ ذکر طویل کی مقدار کرخی کے نزدیک تین آیتوں کی قدر ہے بعض نے کہا کہ تشہد کی قدر۔

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی حنفی احیاء العلوم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:-

وعن ابی حنيفة يصح الاقتصار في الخطبة على ذكر خالص لله تعالى نحو تسبيحة او تهليلة او تكبيرة مع الكراهة وهي التي يعتد بها ويجزئ هذا الذكر عن خطبتين ولا يحتاج الى تسبيحين وعن مالك روايتان كالمذهبين و قال ابو يوسف ومحمد لا بد من ذكر طویل يسعي خطبة قيل واقله قدر الشهد الى قوله عبد الله ورسوله حمد وصلوة ودعاء للمسلمين الخ وشرح احیاء العلوم مطبوعه مصر جلد ۳ ثالث ۲۲۷) ترجمہ۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خطبہ میں خالص ذکر پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ مثل ایک دفعہ تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنے یا تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ کہنے اور تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے کے مگر کراہت کے ساتھ اور یہی مقدار وہ ہے جس کا خطبہ میں اعتبار ہے۔ اور اس قدر ذکر دونوں خطبوں کا قائم مقام ہو سکتا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ دو خطبوں کے لئے دو دفعہ تسبیح کرے امام مالک سے دونو مذہبوں کے موافق دو روایتیں ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ ذکر طویل ہونا چاہئے جو خطبہ کہا جاسکے بعض نے کہا کہ ذکر طویل کی مقدار تشہد کی قدر ہے عبدہ ورسولہ تک کہ اس میں حمد وصلوۃ بھی ہے اور مسلمانوں کیلئے دعا بھی۔

کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اور یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ خطبہ کے ساتھ ذکر نفس سے ثابت ہے اور ذکر الحمد للہ سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس سے نرائد کمال کی شرط ہے نہ کہ جواز کی۔ اور یہ نظیر ہے امام ابو حنیفہ کے اس قول کی کہ فرض قرآن یعنی نمازیں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے۔

اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی حنفی صاحب تاج العروس فی شرح القاموس تحریر فرماتے ہیں:-

ودلیل ابی حنیفہ قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر اللہ فلم یفصل بین کونه ذکر اطویلا ولا فکان الشرط الذکر العام بالدلیل القاطع غیر ان المأثور عنه صلی اللہ علیہ وسلم اختیار احد الفرعین اعنی الذکر المسعی بالخطبة والمواظبة علیہ فکان ذلك واجبا اوسنة لانه الشرط الذی لا یجزی غیرہ اذ لا یكون بیانان الدلیل وهو لفظ الذکر لما مور بالسعی الیہ لیس مجملا ليقع فعله صلی اللہ علیہ وسلم بیانا للجمیل فلم یکن فرضا تنزیلا للمشرع علی حسب ادلتها ویؤید لاهما رواہ قاسم ابن ثابت القسطلی فی غریب الحدیث عن عثمان رضی اللہ عنہ انه صعد المنبر فقال الحمد للہ فارتج علیہ فقال ان اول کل مرکب صعب وانا ابابکر وعمر کنا یعد ان لہذا المقام متعلا وانتم الی امام فعال احوج منکم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال وان اعش تا تکم الخطبة علی وجہہا انشاء اللہ تعالیٰ واستغفر اللہ الی ولکم ونزل وصلی ولکم علیہ احد منکم فکان اجماعا منہم علی عدم اشتراطہا علی ان الحمد للہ یشی خطبة لغتہ وان لم یسم بہ عرفا واللہ اعلم۔ انتہی۔ (ترجمہ) امام ابو حنیفہ کی دلیل ارشاد خداوندی فاسعوا الی ذکر اللہ ہے۔ اس میں اس کی تفصیل نہیں کہ ذکر طویل ہو یا نہ ہو تو اب شرط جواز ذکر عام ہو گا اس قطعی دلیل سے محکم ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ ہے کہ آپ ذکر کی دو فردوں طویل اور قصیر میں سے ایک فرد کو

اختیار فرماتے یعنی ذکر طویل کو جس کو خطبہ اور موعظہ کہتے ہیں اور اسی پر مداومت بھی ثابت ہے تو یہ ذکر طویل واجب ہو گا یا سنت۔ یہ نہ ہو گا کہ سوائے ذکر طویل کے اور کوئی کافی نہ ہو۔ اور یہ آپ کا دائمی عمل بیان نہ ہو گا کیونکہ دلیل یعنی لفظ ذکر جس کا خطبہ میں حکم ہے مجمل نہیں ہے کہ آپ کا فعل اس کے لئے بیان ٹھہرے۔ پس ذکر طویل نہ ہو گا۔ یہ فرق ہم نے اس لئے کیا ہے کہ تمام احکام کو اولہ کے موافق اپنے اپنے درجہ میں رکھا جائے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو قاسم ابن ثابت مرقسلی نے غریب الحدیث میں حضرت عثمان سے روایت کی ہے کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور الحمد للہ کہنے پائے تھے کہ آگے نہ چل سکے۔ تب آپ نے فرمایا کہ اول ہر سواری سخت ہوتی ہے۔ ابو بکر و عمر اس موقع کے لئے کلام تیار کر کے لاتے تھے اور تم بہ نسبت گویا اور لسان خطیب کے ایسے امام کے زیادہ محتاج ہو جو کام کرنے والا ہو اور اگر میں زندہ رہتا تو انشاء اللہ تعالیٰ تم خطبے بھی اسی طریقے سے سنو گے میں خدا تعالیٰ سے تمہارے لئے اور اپنے لئے استغفار کرتا ہوں یہ فرا کر منبر سے نیچے اتر آئے اور نماز پڑھائی صحابہ میں سے کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ (شرح الاحیاء مصری جلد ثالث صفحہ ۲۲۷)

اب یہ اجماع ہو گیا اس پر کہ ذکر طویل خطبہ کے لئے شرط نہیں ہے۔ اور اس بات پر کہ الحمد للہ بھی لغت کے اعتبار سے خطبہ ہے اگرچہ عرف میں اس کو خطبہ نہ کہتے ہوں واللہ اعلم

اس کے قریب قریب ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:-
فکان اجماعا منہم ما علی عدم اشتراطہا
واما علی کون الحمد للہ ونحوہا شمی خطبة لغتہ
وان لم یسم بہ عرفا۔ پس یہ اجماع ہو گیا صحابہ کا یا تو اس بات پر کہ ذکر طویل شرط نہیں ہے یا اس بات پر کہ الحمد للہ اور اس کے مثل لغت کے اعتبار سے خطبہ ہیں۔ اگرچہ عرف

تھہر گئے ہیں کہ ان کے بغیر عوام ہر ایک پند و نصیحت کو وعظ نہیں سمجھتے۔

پس جب خطبہ اصل میں محض ذکر کا نام ہوا تو اس کی ضرورت نہیں رہی کہ خطیب بعض سامعین کی رعایت سے قرآن اور رسول اور اہل جنت کی زبان کو چھوڑ کر انگریزی اور جاپانی میں خطبہ پڑھے۔ اور اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ خطبہ سے اصل مقصود وعظ و تذکیر ہے۔ تو جبکہ قرآن شریف جو کہ امتین اور آخرین منہم لما یلقوا جہم کے لئے آثارا گیا ہے۔ اور جس کے آثار نے والے نے اُس کے حق میں صاف کہہ دیا ہے لیکن للعالمین نذیر اور جس سے مقصود سوائے تبلیغ عام اور احکام عامہ سنائے کے اور کچھ نہیں ہے۔ وہ اس لئے عربی زبان میں اُترا کہ وصارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اور تمام عجمیوں کے ذمہ یہ فرض ہوا کہ وہ جس طرح ممکن ہو اس کو پڑھیں اور سیکھیں۔ تو اگر فقہائے کرام خطبہ کی نسبت بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بلکہ تمام سلف و خلف کے عمر بھر کے تعامل کو دیکھ کر یہ حکم لگا دیں کہ وہ مسلمانوں کی سرکاری ہی زبان میں ہونا چاہئے تو کیا بعید ہے مسلمانوں کا فرض منصبی ہوگا کہ اگر وہ اس وعظ و پند سے شمتع ہونا چاہتے ہیں۔ تو اس سرکاری زبان (عربی) کو سیکھیں۔ یا جاننے والوں سے دریافت کر لیں۔ یا کم از کم خطبہ کا ترجمہ ہی یاد رکھیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارس میں تشریف لا کر خطبہ فارسی زبان میں نہیں بلکہ عربی زبان میں پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے موطا کی شرح میں تحریر فرمایا ہے۔ اور شاید اس لئے امام رافعی نے جو کہ اعیان شوافع میں سے ہیں کہا ہے کہ وہل یشترط کون الخطبۃ کلھا بالعربیۃ وجہان الصیحۃ اشتراطہ فان لم یکن فیہم من یحسن العربیۃ خطب لغیرھا وحجب علیہم التعلیم والاغصوا ولا جمعتہم (منقول عن شرح الاحیاء للسید

کے اعتبار سے اس کا نام خطبہ نہ ہو۔

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں :-

والخطاب القرانی اما تعلقہ باعتبار المفہوم اللغوی لان الخطاب مع اهل تلك اللغة بلغتهم بفیضی ذلك ولان هذا العرف اما لاعتبار فی محاورات الناس بعضهم ببعض للدلالة علی غرضهم فاما فی امر بین العبد وربه تعالیٰ فیعتبر فیہ حقیقۃ اللفظ لغۃ۔ اور خطاب قرآنی کا تعلق مقہوم لغوی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی قوم کی زبان میں خطاب کرنا اسی امر کو مقتضی ہے اور اس لئے کہ عرف کا اعتبار لوگوں کے باہمی محاورات میں ہوتا ہے جو ان کی غرض پر دلالت کرے۔ لیکن جو امر کہ بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہو اس میں حقیقت لفظ کا اعتبار لغت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

پس جبکہ ان تمام اقوال مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اصل خطبہ مطلق ذکر ہے۔ اور خطبہ مقصود حقیقی اور بالذات ذکر کے سوا اور کچھ نہیں۔ تو عمرو کا یہ دعوائے کہ خطبہ کی غرض وعظ و تذکیر اور احکام کا سننا ہے۔ اور یہ غرض زبان مروجہ میں ہی خطبہ پڑھنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بالکل صحیح نہیں ہے۔ اور جو شواہد اُس نے کتب فقہ و لغت سے پیش کئے ہیں۔ وہ عبارات مذکورہ بالا سننے کے بعد کسی فہیم کے نزدیک مثبت مدعا نہیں۔ کیونکہ ہم ہر طرح سے تبلا چکے ہیں کہ خطبہ اصل لغت و شرع میں محض ذکر کا نام ہے لیکن عرف عام اور رواج شعارف کی وجہ سے گاہ بگاہ اس کا اطلاق تجوزاً محض موغظہ و تذکیر پر بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ ہمارے محاورات کے موافق اگر کوئی شخص قرآن شریف کی ایک دو آیاتوں کا ترجمہ چند سامعین کے روبرو کر دے یا وہ ایک دو مسئلہ فقہی بیان کرے۔ چلا جائے تو کوئی اس کو یہ نہیں کہتا کہ اُس نے وعظ کیا۔ کیونکہ عرف عام میں اب وعظ کے لئے چند خصوصیات ایسے

مرقضى الزبيدي جلد ثالث (۲۲۷) اور یہی وجہ ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما قادر علی العربیۃ کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ کسی دوسری زبان میں خطبہ پڑھے تو صحیح نہیں۔ امام صاحب اگرچہ صحیح کہتے ہیں۔ لیکن پسندیدہ ان کے نزدیک بھی یہ ہے کہ عربی میں پڑھا جائے۔

در مختار میں شروع فی الصلوٰۃ کے متعلق یہی خلاف نقل کر کے لکھا ہے۔ وعلیٰ هذا الخلاف الخطبة وجميع اذکار الصلوٰۃ

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب کوئی مضمون کسی عبارت میں ادا کیا جائے تو مضمون کے ساتھ الفاظ اور ان کی ترکیب بھی شریعت اور عقل و عرف کے اعتبار سے ایک بڑی حد تک قابل رعایت ہوتے ہیں۔ قرآن شریف تو کلام الہی ہے اس لئے مضامین کی محافظت کے ساتھ اس کے کسی ایک لفظ اور ایک شوشہ کو کوئی بڑے سے بڑا نبی اور فرشتہ بھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس کی تقوڑی سی بھی اجازت ہوتی تو یقیناً اس ترمیم و تغیر کا سلسلہ نالائقوں کے ماتحتوں سے اس حد پر جا کر منتہی ہوتا جہاں آج کتب عہد عتیق اپنے مترجمین اور ترجموں پر قناعت کرنے والے پیروں کے مسلسل مساعی کی بدولت نظر آرہی ہیں۔

اس لئے ائمہ اسلام نے تو قرآن شریف سے بھی گذر کر رسول اکرم (فداہ ابی وامی) کے کلام میں بھی اس درجہ احتیاط کو کام فرمایا ہے کہ وہ تا امکان حدیث کی روایت باللفظ ہی کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جہاں کہیں ایسا ذکر سکیں تو ایسا اوقات و کمالات کہہ کر فارغ الذمہ ہو جاتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ روایت کی کہ نبی الاسلام علی

خمسة ان یوحده الله واقام الصلوة وایفاء الزکوة وصیام رمضان والحج مجلس میں ایک شخص نے اس کو یوں ادا کیا والحج وصیام رمضان تو ابن عمر نے فرمایا کہ نہیں وصیام رمضان والحج هکذا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک دعا تلقین فرمائی۔ اس میں دنییک الذی ارسلت یہ الفاظ بھی تھے۔ اُس نے اُس کے بجائے در رسولک الذی ارسلت پڑھا۔ تو حسیا کہ صحیح بخاری میں ہے آپ نے اس پر انکار فرمایا۔ اور دنییک الذی ارسلت کو پھر دہرایا۔ ایک خطیب نے آپ کے عہد مبارک میں ومن یعصمها فقد غوی بجائے ومن یعص الله ورسوله کے کہا تو آپ کی جناب سے اس کو یس الخلیب کا خطاب ملا۔ ان چند نظائر سے جو نوذ کے طور پر پیش کی گئی ہیں یہ خوب واضح ہوتا ہے کہ شریعت ربیفاء نے مضمون کے ساتھ ساتھ الفاظ و عبارات کی بھی انتہا درجہ تک نگہداشت کی ہے۔ اور ان کو محض لغو اور بیکار چیز تصور نہیں کیا ہے اس لئے بغایت ضرور ہے کہ ہماری غاڑوں اور ہمارے خطیبوں وغیرہ میں بھی الفاظ و عبارات منقولہ کی علی حسب تقاوة الدرجات کامل نگرانی کی جائے خصوصاً خطبۃ الجمعہ میں جس کو محققین نے بعض حیثیات سے دو رکعت نظر کا قائم مقام قرار دیا ہے۔ چنانچہ قدما و مشائخ حنفیہ میں سے بھی بعض حفرات کا یہ قول مبسوط مرخصی میں منقول ہے۔ قال بعض مشائخنا الخطبة تقوم مقام رکعتین ولهذا لا تجوز الا بعد دخول الوقت۔

اگرچہ خود امام سنن سنن کے نزدیک یہ قول اس وجہ سے زیادہ صحیح نہیں کہ خطبہ میں استقبال نہیں ہوتا اور نہ اثناء خطبہ میں کلام کرنا اس کے لئے قاطع ہے۔ اور نہ اس کے لئے وضو شرط ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر نائب و نایب میں ایسی کچھ

ملک پر ہوا۔ تو یہ نہایت حیرت سے دیکھا جاتے ہیں کہ ان کی قومی اور مذہبی زبان عربی وہاں ایسی مقیم ہوئی کہ اُن کے رخصت ہونے کے بعد بھی اُس نے اپنی حکومت وہاں سے نہیں اُٹھائی۔

ڈاکٹر گستاوی بان کہتا ہے کہ زبان عربی کی نسبت ہم کو وہی کہنا ہے جو ہم نے مذہب عرب کی نسبت کہا ہے یعنی جہاں پہلے ملک گیر اپنی زبان کو مفتوحہ ممالک میں جاری نہ کر سکے تھے، عربوں نے اس میں کامیابی حاصل کی۔ اور مفتوحہ اقوام نے ان کی زبان کو بھی اختیار کر لیا۔ یہ زبان ممالک اسلامی میں اس درجہ پھیل گئی کہ اُس نے یہاں کی قدیم زبانوں یعنی سریانی، یونانی، قبطی، برہمنی وغیرہ کی جگہ لے لی۔ ایران میں بھی ایک مدت تک عربی زبان قائم رہی۔ اور اگرچہ اس کے بعد زبان فارسی کی تجدید ہوئی لیکن اس وقت تک علماء کی تحریریں اُسی زبان میں ہوتی تھیں۔ ایران کے کل علوم و مذہب کی کتابیں عربی ہی میں لکھی گئی ہیں۔ ایشیا کے اس خطہ میں زبان عربی کی وہی حالت ہے جو ازمنہ متوسط میں زبان لاطینی کی حالت یورپ میں تھی۔ ترکوں نے بھی جنہوں نے عربوں کے ملک فتح کئے انہیں کی طرح اختیار کر لی۔ اور اس وقت تک ترکوں کے ملک میں کم استعداد لوگ بھی قرآن کو غریبی سمجھ لیتے ہیں۔

یورپ کی لاطینی اقوام کی البتہ ایک مثال ہے جہاں عربی زبان نے ان کی قدیم السنہ کی جگہ نہیں لی۔ لیکن یہاں بھی انہوں نے اپنے تسلط کے بین اثنا چھوڑے ہیں۔ موسیو ڈوزی اور موسیو اننگلین نے مل کر زبان اٹلس اور پرتگال کے ان الفاظ کی جو عربی سے مشتق ہیں ایک لغت تیار کر لی ہے۔ فرانس میں بھی عربی زبان نے بڑا اثر چھوڑا ہے۔ موسیو سدی کو نہایت درست لکھتے ہیں۔ کہ ادوران اور سورمین کے بھی زبان عربی الفاظ سے زیادہ معمور ہو گئے ہیں۔

الوجہ مشکلات شرط ہو تو شاید تیسیم بھی وضو اور غسل کا خلیفہ نہ بن سکے اور نہ جنازہ کی چار تکبیریں چار رکعتوں کے قائم مقام ہو سکیں۔ حالانکہ خود امام مدوح نے اس کا اعتراف فرمایا ہے۔ بہر حال محققین نے اسی کو اپنے موقع میں مرجع سمجھا ہے۔ کہ خطبہ الجمعہ دو رکعت ظہر کے قائم مقام ہے۔ اسی اعتبار سے اس میں عربی زبان کی رعایت اور بھی اہم ہوئی جاتی ہے۔

ادھر عقلی حیثیت سے بھی یہی راجح معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ جو کہ بہت بڑا شعرا اسلام ہے عربی ہی میں پڑھا جائے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ اقوال عالم میں سے کسی قوم کو جب خدا تعالیٰ دنیا میں ترقی عنایت فرماتا ہے۔ تو اس کے تمدن کے سامنے تمام دوسری اقوام کی گردنیں طوعاً و کرہاً جھک جاتی ہیں۔ اور اس کے آثار کا ہرہہ کا تسلط خود بخود نوری نور انسان کی حالتوں پر قائم ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قوم چلی جاتی ہے۔ لیکن اُس کے آثار نہیں جاتے۔ اور وہ مٹ جاتی ہے۔ مگر اس کی یادگاریں نہیں مٹتیں۔ پس جبکہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے عرب سے نکل کر چار دانگ عالم میں اپنے مذہب کی منادی کرنے کے لئے بڑھے۔ تو ان کا عظیم الشان تمدن بھی ان کے ساتھ ساتھ چلا۔ اور جہاں جہاں ان کے مینارک قدم پہنچتے گئے۔ تو ان کی حکومت کے ساتھ ان کا مذہب اور اُن کا تمدن بھی اُن کے قدم جاتا گیا۔ اکثر بڑی بڑی اقلیموں کے تمدنوں کو مٹا کر اسلامی تمدن نے اُن کی جگہ لے لی۔ زبان چونکہ سیاست مدن کے ماہرین کے نزدیک انسانی تمدن کا ایک جزو اعظم ہے۔ اُس کی وسعت اثر کو کسی قوم کی ترقی و منزل کے جانچنے میں بہت زیادہ دخل ہے اور مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی میں (جس کو ہم اس وجہ سے کہ ان کا مذہب ہی ان کی قومیت ہے اُن کی قومی زبان بھی کہہ سکتے ہیں) قدرتی طور پر کچھ قبولیت عامہ حاصل کرنے کی استعداد بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ جب عربوں کا گدگد کسی

اور ان کے ناموں کی صورت بھی بالکل عربی ہے، فرانسیسی زبان کے ایک لغت نویس جنہوں نے الفاظ کا اشتقاق دیا ہے لکھتے ہیں کہ ”جنوبی فرانس میں عربوں کے قیام کا کوئی اثر نہ محاورہ پر رہا ہے نہ زبان پر۔ جو نہرست اور پر لکھی جا چکی ہے اس سے معلوم ہوگا کہ اس رائے کی کس قدر وقعت ہے۔ نہایت تجت کی بات ہے کہ اب بھی ایسے تعلیم یافتہ لوگ موجود ہیں جو اس قسم کے مہمل اقوال کا اعادہ کرتے ہیں؟ انتہی خیال کر دو کہ اگر اگلے زمانہ کے مسلمان بھی ہماری طرح یہی رائے رکھتے ہوئے کہ خطبہ جس زبان میں چاہو پڑھو اور نماز جس لغت میں مناسب سمجھو ادا کرو اور قرآن وحدیث وغیرہ کے پرمغز اور متبرک الفاظ سے قطع نظر کر کے محض اس کے مضامین و احکام سے سروکار رکھو تو کیا واقعی مسلمانوں کے عروج و فروغ کی یہ عبرت انگیز کہانی جس کے بیان میں ایک نصرانی مورخ انتشار طلب للسان ہے، دنیا میں آج تک باقی رہتی۔ اور اسلام کی نہیں بلکہ اس کی اصلی ہیئت کی اُس آن بان کو جو اس وقت بھی ویران کھنڈروں میں اپنی پرانی شان دکھا رہی ہے کسی مسلم یا کافر کی آنکھیں دیکھ سکتیں۔ یہ ہے کہ ہم نے قرآن شریف یا احادیث یا خطبہ وغیرہ عربی زبان میں پڑھ لینے کو آج تک کلمۃ الاسلام کے اتحاد میں کچھ بھی مؤثر نہیں سمجھا۔ حالانکہ اس ذرا سی بات کی قدر و قیمت فرانس کے اس مجلسائی مورخ سے پوچھو جو اپنے سہمادینے والے ہجے میں کہتا ہے کہ ”ان مختلف اقوام عالم میں جو اسلامی قانون کے پابند ہیں۔ دو چیزوں نے باہم اتفاق پیدا کر رکھا ہے اولاً زبان عربی اور ثلاً نیاج بیت اللہ۔ جہاں تمام عالم کے مسلمانوں کو یکجا ہونا پڑتا ہے۔ ہر ایک مسلمان کو گودہ کسی فرقہ کا کیوں نہ ہو خود ہے کہ قرآن مجید کو عربی میں پڑھ سکے۔ اور اسی وجہ سے کہا جاسکتا ہے کہ زبان عربی تمام عالم میں مروج ہے۔ اگرچہ پیران اسلام اس وقت بہت ہی مختلف اقوام اور اعیال کے امتحان میں ہیں لیکن ان سب میں ایک قسم کا اندوئی

تعلق ہے جس نے ان کو دینی اخوت کے رشتہ میں بالکل جکڑ دیا کر رکھا ہے۔ اشاعت قرآن اور دین اسلام کی حیرت انگیز سرعت نے مورخین مخالف کو نہایت تعجب میں ڈالا ہے۔ ایک اور مقام پر لکھتا ہے کہ ”عربوں کی ملک گیری میں ایک خاص بات ہے جو ان کے بعد کے ملک گیروں میں ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اور اقوام نے بھی مثل بربریوں اور ترکوں کے ملک گیری کی ہے لیکن انہوں نے کوئی تمدن قائم نہیں کیا۔ اور ان کی ساری ہمت اسی میں مصروف رہی کہ جہاں تک ممکن ہو اقوام مفتوحہ کے مال سے فائدہ اٹھالیں۔ برخلاف اس کے عربوں نے قلیل زمانہ میں ایک جدید تمدن کی عمارت کھڑی کر دی۔ اور انہوں نے ایک گروہ اقوام کو اس جدید تمدن کے ساتھ اپنے مذہب اور اپنی زبان سیکھنے پر آمادہ کر دیا۔ عربوں کی صحبت کے ساتھ ہی مصر اور ہندوستان کی سہی قدیم اقوام نے ان کا دین ان کا لباس ان کی طرز معیشت بلکہ ان کا طریقہ تعمیر تک اختیار کر لیا۔ عربوں کے بعد بہت سی اقوام نے انہیں خطوں پر حکومت کی مگر پیغمبر اسلام کی تعلیم کا اثر اس وقت تک ان ملکوں میں باقی ہے کل ممالک افریقہ اور ایشیا میں مراکش سے لے کر ہندوستان تک جہاں کہیں عرب پہنچے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اثر ان ملکوں پر ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا ہے۔ بہت نئے ملک گیروں نے ان ممالک کو عربوں کے بعد فتح کیا ہے۔ لیکن وہ ان سے عربوں کے مذہب اور عربوں کی زبان کو ہرگز ہرگز نہیں مٹا سکے“

الغرض ایک محقق اور عقلمند آدمی ہمارے تمام سابق بیانات سے اس کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ شرعی اور تمدنی دونوں حیثیتوں سے زید کی رائے صحیح اور عمرو کا خیال غلط ہے۔ اور یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہر ایک زبان میں خطبہ اور قرآن پڑھنے کی رائے دے کر مسلمانوں میں تفریق و تشنیت کا ایک کرینظر رونما کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ علم الكتاب۔

کلام ایساں چنانچہ محققان نورشہ اند آنتست کہ اس کرامت در صورتے ست کہ بغیر اس نماز را جائز نہ دار دیا قرأت بغیر اس مکروہ شمار دو اگر بجهت آسانی یا تبرکاً بقراءة آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم التزام کنند بیج باک نیست۔ لیکن میاید کہ گاہ گاہ غیر آن نیز خواند یا شد یا جا ہاں از ارکان صلوٰۃ شمار نہ والدہ اعلم

۵۔ اسباب و عوارض عمومیہ کی وجہ سے جن سے کم کوئی عجت خالی ہو سکتی ہے تخفیف قراۃ اصل ہے اور طول لغز لیکن اصل حقیقت صلوٰۃ کے اعتبار سے جو کہ محققین نے بیان کی ہے طول اصلی ہے اور تخفیف لغز و تفصیلہ تطلب من کتب المحققین کالشیخہ العلما مہ مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس سرہ ۶۔ جو شخص قرآن پاک کے معانی نہ سمجھے اس کو بھی قرآن شریف ضرور پڑھنا چاہئے۔ اور بے شک اس کو ثواب ملتا ہے۔ جامع ترمذی میں ہے۔ من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فله یہ حسنة والحسنة بعشر امثالها لا اقول المحرف بل الف حرف ولا محرف ممیم حرف۔

اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن کے سیاق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نفس الفاظ و حروف کا تلفظ کرنے پر بھی ثواب ملتا ہے۔ تطویل کے خیال سے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب

۲۔ ایسے مسلمان جو عربی زبان سے ناواقف ہوں اور قرآن پاک کے معانی کو نہ سمجھتے ہوں وہ برابر احکام شرعیہ کے اسی طرح مکلف ہیں جس طرح انگریزی قانون کو نہ پڑھ سکتے اور نہ سمجھ سکتے والوں پر بھی اس کا اتباع حکومت کی طرف سے ضرور ہے۔ کیونکہ جب قانون عام بن گیا تو ہر ایک اور رعایا کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کو جس طریق سے ممکن ہو معلوم کرے بتبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیكون للعلمین تدریج ایسے لوگوں کی نماز وغیرہ نہ معتبر ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ اعلم

۳۔ عام قاعدہ تجماعت کے متعلق وہی ہے جس کو آپ نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔ کہ من امر متکلم فلیخفف فان فہم الضعیف والکلیب وذ الحاجة اور بالخصوص جمعہ اور عیدین میں آپ سے سلجہ اسم ربک الاعلیٰ اور هل اتاک حدیث العاشیہ پڑھنا ثابت ہے۔ اور جمعہ میں سورہ منافقون بھی پڑھنا ثابت ہے۔ باقی ہمارے حنفیہ کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ کسی سورۃ کی توقیت مناسب نہیں۔ اس کی مفید تشریح حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رضی اللہ عنہ نے مصنفی شرح مؤطا میں اس طرح کی ہے کہ ”در پیش مالکیہ وشافعیہ مستحب است قراۃ سورہ جمعہ و منافقون و بچنین قراۃ سج اسم و عاشیہ و حنفیہ توقیت بعض قرآن را بعض صلوٰۃ مکروہ داشتند و تفسیر

”رسالہ شمس الاسلام“ بھیر

کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا ہر سچے مسلمان کا فرض ہے
آرڈر اس پتہ پر بھیجئے :- منیجر رسالہ شمس الاسلام بھیر

مجالس ماتحت کے نام ہدایات

منجانب ادارہ عالیہ محمدیہ مرکزیہ

- (۱) حسب حکم قائد اعظم صاحب تمام مجالس ماتحت کے لئے حسب ذیل ہدایات پر کاربند ہوتا ضروری ہے۔
- (۲) اپنے شہر یا گاؤں میں مساجد کی آبادی و ترغیب صلوٰۃ کے لئے جدوجہد کا آغاز کر دیں۔
- (۳) مساجد میں بچوں کی تعلیم کے لئے پُرانی طرز کے مکتب قائم کئے جائیں جن میں قرآن مجید کی تعلیم کے علاوہ لکھنے اور پڑھنے کی بھی مشق کرائی جائے۔ اور دنیاویات کے ضروری مسائل حفظ کرائے جائیں۔
- (۴) اپنے شہر کی جامع مسجد میں ہر جمعہ کو فوج محمدی کا سپاہی حاضر ہو۔ اور بعد جمعہ تا فجر تک سپاہیوں کی حاضری یا قاعدہ لے۔ اور مجلس مشاہدت حقہ دار منعقد ہو۔ بہتر یہی ہے کہ جمعہ کے دن مجلس منعقد ہوا کرے جس میں مسلمانان علاقہ کی بھلائی و ترقی کے لئے تجاویز پر غور ہوا کرے۔
- (۵) ہر محلہ میں مسلمان بچوں کی ضروری دینی تعلیم کا انتظام شرعی احکام کے مطابق کیا جائے۔
- (۶) ہر محلہ کی مسجد کا ایک بیت المال ہو۔ جو متولی مسجد (جو نمازیوں کے مشورہ سے مقرر ہو) کی تحویل میں ہو۔ اس میں سے مسجد کی ضروریات۔ مکتب کے مصارف۔ ستفہ۔ امام یا مؤذن کے مشاہروں پر صرف ہو۔ ہر نمازی اس میں حسب حیثیت حصہ لیا کرے۔ بیت المال کا حساب ہر مہینہ بعد تمام نمازیوں کو مفصل منادیا جائے۔
- (۷) ادارہ عالیہ کی طرف سے چھوٹے چھوٹے تبلیغی ٹرکیٹوں کا سلسلہ جاری کیا جائے گا۔ جن میں دینی احکام۔ حقہ کے مسائل۔ اور اسلامی عقائد درج ہوا کرتے ہیں۔ ان کی فروخت و اشاعت مجلس کے ذمہ ہوگی۔
- (۸) فوج محمدی کی بھرتی کا کام زور شور سے شروع کر دیا جائے۔ فوج محمدی کے مقاصد اچھی طرح ہر جمعہ کو توہن نشین کر لئے جائیں۔ اونٹنے اراکلن بھرتی کئے جائیں۔
- (۹) ہر مجلس اپنی کارگذاری کی ماناتہ رپورٹ بنام ناظم ادارہ عالیہ محمدیہ بھیجہ روانہ کیا کرے۔

اطلاعات

دارالعلوم عزیز یہ بھیرہ پنجاب میں نئے سال کے لئے طلبہ کا داخلہ۔ ارشوال المکرم سے شروع ہوگا۔ ۵ ارشوال کے بعد طلبہ کا داخلہ تکمیل کر دیا جائے گا۔ ہندو جو طلبہ اس سال مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں وہ ارشوال کے بعد فوراً بھیرہ پہنچ جائیں ۱۲ نومبر ۱۹۴۱ء کو مقام وارہ میں ضلع شیخوپورہ حزب الانصار کی سرپرستی میں تبلیغی جلسہ منعقد ہوگا۔ جس میں مولانا بہار الحق صاحب تاسی و مولانا منیر شاہ صاحب شامل ہوں گے۔

افتخار احمد بگوسی ناظم ادارہ عالیہ محمدیہ مرکزیہ بھیرہ

تبلیغی کتابیں

کشف التلبیس

محقق مولانا سید ولایت حسین شاہ صاحب
دہلوی۔ یہ کتاب شیعوں کے مشہور رسالہ
"توزیہ اریان" کے جواب میں لکھی گئی ہے بشیعوں کا یہ رسالہ لاکھوں کی
تعداد میں طبع ہو کر ہزار ہائی نوجوانوں کی گمراہی کا باعث بن چکا ہے
شعبہ روسا کی طرف سے شیعوں میں مہفت تقسیم ہوتا رہتا ہے بشیعوں
کی اس فطرت کفر کا عقلی و نقلی دلائل سے مہذب پیرایہ میں تبلیغ رد
اس کتاب میں موجود ہے بشیعوں کے تمام مطاعن و اعتراضات کے
جوابات دیئے گئے ہیں قیمت حصہ اول ۴ حصہ دوم ۱۰ حصہ سوم
مکمل طلب کرنے پر ۱۲ روپے محصول ڈاک علاوہ۔

المشرقی علی المشرقی

طبع اول۔ تعداد صفحات ۹۲۔ یعنی
مشرقی کے عقائد اور اس کی تحریک
کے خلاف افغانستان، سرحد آزاد اور ہندوستان کے تقریباً ہر خیال
کے اکابر علماء و مشائخ اور اہل قلم حضرات کے بیانات اور فتاویٰ
مقتدر مجالس کے فیصلوں اور مشرقی کے متعلق مصری و ترکی اخبارات
کی رائے کا قابل قدر مجموعہ قیمت ۳ روپے محصول ڈاک ارقیت فی سینکڑ
پندرہ روپے۔ پچاس کتابوں کی قیمت آٹھ روپے محصول
ڈاک علاوہ۔

برق آسمانی

جس میں مرزائے قادیانی کے اپنے قلم سے
اُس کے سوانح و عقائد، عبادات و معاملات
و کارنامے تفصیل کیساتھ درج کئے گئے ہیں۔ علاوہ اذین حلیف
نور الدین اور مرزا محمود کے سوانح حیات اور ان کے عقائد و غیرہ بیان
کرنے کے بعد حیات مسیح کے مسئلہ عقلی و نقلی دلائل جمع کئے گئے ہیں
اس کتاب نے مرزائیوں کا ناطقہ بند کر دیا ہے رعایتی قیمت ۴

جریدہ شمس الاسلام کا مشیعہ نمبر
المعروف بہ
صورہ اسرافیل
جو اگست ۱۹ء میں شائع ہو کر طرح
تحسین حاصل کر چکا ہے۔ اس میں بڑی
خوبی یہ ہے کہ شیعہ ملاحان کے حق میں

گالی و گجاکھیں سخت الفاظ بھی استعمال نہیں کئے گئے مختلف
ذرائع، گوناگوں حوالوں اور اس کی مستند کتابوں اور غیر مسلم
کی تحریروں سے ناقابل تردید مختصر و جامع الفاظ میں نقشہ کشی
کیا ہے اور جس میں مسند مدح صحابہ و تبرہ پر قرآن مجید احادیث
نبی کریم، اقوال، ائمہ سادات، صوفیائے کرام کے ارشادات کے
عقلی و نقلی براہین سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسلامی
جرائد اور اکابر ملک کے افکار و آراء کے اقتباسات کے علاوہ سید
صد سالہ اسلامی تاریخ میں سے تیز بازی کے ہولناک نتائج بیان
کئے گئے ہیں۔ حجم ۳۲ صفحہ قیمت ۴ روپے محصول ڈاک ار

بشارت اسمہ احمد

اس کتاب میں قوی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت
عیسیٰ ابن مریمؑ کی بشارت "و مبشر آرسول یاتی من بعدی
اسمہ احمد" کے پہلی اور حقیقی مصداق حضرت احمد مجتبیٰ رحمۃ
للعلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مرزا غلام احمد
قادیانی اس کا مصداق ہرگز نہیں ہے۔ حجم ۸۰ صفحات ساٹھ
۲۶x۱۸ قیمت ۴ روپے محصول ڈاک ار

تازیانہ نقشبندیہ

مولفہ مولانا حکیم حافظ
عبدالرسول صاحب کبھری۔
اس کتاب میں زنا قادیانی کے ان اعتراضات کا مدلل جواب
دیا گیا ہے۔ جو اُس نے صوفیائے کرام پر کئے تھے۔
قیمت صرف ۴ روپے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ: منیجر جریدہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب)

کتاب بہترین رفیق ہے

خاکساری فتنہ خاکساری لعنت کے خلاف یہ پہلی کتاب ہے جس نے ہندوستان کے علماء کرام کو

بیدار کیا جس کو پڑھ کر ہزاروں مسلمانوں کا ایمان مشرقی لٹود کی دستبرد سے محفوظ ہو گیا۔ اور جس کو دیکھ کر خاکساروں کی تعداد کثیر نے خاکساریت سے توبہ کی۔ اس کتاب کی مقبولیت عام کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ساڑھے تین سال کے عرصہ میں چار دفعہ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ یہ پانچواں ایڈیشن ہے، جس کے ۹۷ صفحات ہیں۔ قیمت فی نسخہ تین آنے بمصو لڈ اک ایک آنہ۔

خاکسار تحریک مذہب مؤلف مولانا محمد منظور صاحب لغمانی۔ اس لاجواب کتاب میں مذہبی اور سیاسی دونوں حیثیت سے خاکسار تحریک کے تمام گوشوں کو اس خوبی سے بے نقاب کیا گیا ہے کہ زبان سے بے اختیار صدائے مرجا نکلتی ہے۔ قیمت علاوہ محصول دس آنے

عیسائیت کے دو پودے اس رسالہ میں مرزائیت اور خاکساریت کا دلچسپ مواد نہ

کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ دونوں جماعتیں عیسائیت کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ ایک کالم میں مرزائی لٹریچر کی اور دوسرے کالم میں خاکسار لٹریچر کی عبارتیں یاوالدراج ہیں قیمت دو آنے بمصو لڈ اک

نوٹ خاکسار تحریک اور مشرقی کے عقائد کی تردید میں ہمارے ہاں سے آدھے بھی چند رسائل مل سکتے ہیں۔

رسالہ مجددیہ یعنی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ کے اُن مضامین کا اردو ترجمہ، جو

حضرت نے رعا فیض ایران کے اعتراضات کے جواب میں تحریر فرمائے تھے اور جن کو پڑھ کر بہت سے ایرانی شیعہ متا ب ہوئے تھے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک آٹھ آنے۔

تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ۵۲۰ صفحات کی ضخیم کتاب۔ مولانا محمد نور بخش

صاحب آیم، اسے تو کلی کی تصنیف ہے جس میں حضرات مشائخ نقشبندیہ کے کیف اور حالات و ملفوفات درج ہیں۔ علاوہ محصول ڈاک قیمت دو روپیہ۔

نماز اور خطبہ کی زبان اس میں مولانا محمد منظور لغمانی نے کتاب و سنت اور سیاست

کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ نماز خطبہ اور اذان کو خاص عربی زبان ہی میں ادا کرنا چاہیے۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف دو روپے

الجواب المبین باحد سید المرسلین اس کتاب میں تقریباً سو سو سوالات کے جوابات صحیح

احادیث سے دیئے گئے ہیں۔ معاملات، عبادات اور ہر قسم کے مسائل متفرق اس میں موجود ہیں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف پانچ آنے

التصویر الاحکام التصویر تصویر کا شرعی حکم بدل ہے یا نہیں میں بیان کیا گیا ہے۔ عقلی اور

نقلی دونوں قسم کے دلائل کا دلچسپ مجموعہ۔ مؤلف مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲

تمام کتابیں ملنے کا پتہ:۔ پیرزادہ ابوالصیاء محمد بہاء الحق قاسمی۔ گلوالی دروازہ۔ امرتسر۔